بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

تبلیغی، تربیتی اور تعلیمی دینی مجلّہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

جولائی ۱۹۶۲ء — صفر ۱۳۸۲ھ

مقالات

• پادری عبدالحق صاحب سے تحریری مناظرہ کا ایک ورق۔
• مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد سے انکار
• شذرات
• قبولِ احمدیت اور بعد کی مشکلات کی ایمان افروز داستان
• کیا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کبھی مباہلہ کیلئے تیار ہوئے؟
(”الاعتصام“ کی غلط بیانیوں کا جواب)
• ”قادیانی شاعری“
(رسالہ ”پیامِ مشرق“ کے اعتراض کا تحقیقی جواب)
• حاصلِ مطالعہ
• ایک بہائی مبلّغ سے گفتگو
• بہائیوں سے تبادلۂ خیالات
• میں نے بہائیت کو کیوں چھوڑا؟
• جوابی مکاتیب (۱) آنحضرتؐ اور حضرت مسیحؑ کے معجزات
(۲) غلامی کے متعلق اسلامی نظریہ
• پروفیسر عبدالسلام خاموش محبِ وطن اعظیم سائنسدان
نیز دیگر نظمیں وغیرہ۔

تاریخ اشاعت	ایڈیٹر	سالانہ بدل اشتراک
ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ مقرر ہے سالانہ چندہ پیشگی آنا لازمی ہے!	ابوالعطاء جالندھری	پاکستان و بھارت ..... چھ روپے دیگر ممالک ..... تیرہ شلنگ

آئندہ کے لئے ہمارا اصول

نہائت ضروری اعلان

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے ایک تقریر میں فرمایا ہے کہ:-

"میں اخبار والوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ پیشگی قیمت لئے بغیر وہ کسی کے نام اخبار جاری نہ کیا کریں کیونکہ بعض لوگ اخبار تو وصول کرتے چلے جاتے ہیں مگر بعد میں قیمت نہیں دیتے۔ اس طرح اخبار والوں کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔" (الفضل یکم مئی ۱۹۶۲ء)

رسالہ الفرقان محض ایک تبلیغی رسالہ ہے اسے ہرگز کسی تجارتی غرض سے جاری نہیں کیا گیا۔ دفتر کی رپورٹ ہے کہ بقایا دار حضرات کے ذمہ کئی ہزار روپیہ واجب الوصول باقی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں رسالہ کا جاری رہنا سخت مشکل ہے۔ جملہ بقایا دار حضرات سے درخواست ہے کہ جلد سے جلد اپنے ذمہ کی رقوم مینیجر رسالہ کے نام ارسال فرما دیں ورنہ تین ماہ کے بعد کسی بقایا دار کے نام رسالہ جاری نہ رہ سکے گا۔ آخر نادہندہ اصحاب کے نام افسوس کے ساتھ ریکارڈ بھی کٹ جائیں گے۔

حضرت امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کی نصیحت کے ماتحت دفتر الفرقان نے آئندہ کے لئے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ جب تک کسی خریدار کی طرف سے پیشگی رقم نہ آئیگی اس کے نام رسالہ جاری نہ ہوگا۔ اُمید ہے کہ خریدار حضرات پورا پورا تعاون فرمائیں گے۔ منی آرڈر کرنے والے دوست فیس منی آرڈر سالانہ چندہ چھ روپے میں سے وضع کر سکتے ہیں۔ وی پی منگوانے کی صورت میں آٹھ آنے زیادہ خرچ ہوں گے۔

نوٹ:- اپریل مئی ۶۲ء کے "خاتم النبیین نمبر" کے نہایت قلیل نسخے دفتر میں موجود ہیں صرف نئے سالانہ خریدار بننے والے کو یہ نمبر دیا جا سکتا ہے۔

خریداری کے لئے بہر حال پیشگی سالانہ چندہ چھ روپے آنا لازمی ہے!

مینیجر الفرقان ربوہ

جلد ۱۲ — شمارہ ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقان ربوہ

صفر المظفر ۱۳۸۲ھ — جولائی ۱۹۶۲ء

پادری عبدالحق صاحب سے الوہیت مسیح پر تحریری مناظرہ شروع ہوگیا

مناظرہ کا ایک ورق[1]

خدا خدا کر کے بات یہاں تک پہنچی ہے کہ پادری عبدالحق صاحب کچھ سوچ کر خود بخود اِس بات پر تیار ہو گئے ہیں کہ فی الحال الوہیتِ مسیح کے موضوع پر جنڈی گڑھ (مشرقی پنجاب) سے تحریری پرچہ جات شروع کر دیں۔ وہ اِس مضمون میں مدّعی ہیں چنانچہ ان کی طرف سے پہلا پرچہ آیا۔ میری طرف سے پہلا جوابی پرچہ گیا۔ پھر پادری صاحب کی طرف سے دوسرا پرچہ آیا۔ اور آج میری طرف سے دوسرا جوابی پرچہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جا رہا ہے۔ ہر فریق پرچہ پہنچنے کے بعد دو ہفتے میں جواب لکھنے کا پابند ہے۔ اُمید ہے کہ یہ سلسلہ ابھی جاری رہے گا اور یہ پرچہ جات مکمل ہونے پر ایک مستقل کتاب بن جائے گی انشاء اللہ۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اِس مناظرہ کو اسلام و احمدیت کا بول بالا کرنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

ذیل میں ہمارے پرچہ کا ایک ورق بطور نمونہ درج ہے —— (ابو العطاء جالندھری ۶۲-۶-۲)

"بائیبل میں دوسرے الہامات و مکالمات کی طرح محکم اور متشابہ، دو قسم کے کلمات پائے جاتے ہیں۔ ہر فصیح و بلیغ کلام میں استعارہ و مجاز موجود ہوتا ہے مگر بہت سے لوگوں کے لئے یہی اعلیٰ درجہ کا کلام ٹھوکر کا موجب ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی کوتاہ فہمی سے اصل بات کو نہیں سمجھتے وہ مجاز کو حقیقت اور باطن کو ظاہر پر محمول کر کے لغزش کھاتے ہیں۔ بائیبل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ویدوں میں ایشور کو ماتا کا تصوّر دے کر اس کے پیار کا نقشہ کھینچا گیا ہے اسی طرح بائیبل میں اللہ تعالیٰ کو باپ قرار دیکر اُس کی محبت کو انسان کے سامنے لایا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ حقیقت میں نہ ماں ہے نہ باپ ہے۔ اِس بناء پر خدا کے پیاروں اور مقبولوں کے لئے اس کے بیٹوں کا محاورہ رواج پذیر ہوگیا اور کثرت سے صلحاء کے لئے یہ لفظ ابن اللہ وغیرہ انہی معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ حقیقت میں نہ اللہ تعالیٰ ماں یا باپ ہے اور نہ ہی آدم زاد حقیقی طور پر اس کے

---

[1] آئندہ شمارہ میں پادری صاحب کے پرچہ کا بھی ایک ورق درج ہوگا +

بیٹے ہیں۔ یہ تو سمجھانے کے لئے محض مثالیں ہیں۔ بائیبل میں صدہا مرتبہ خدا کے بیٹے کا محاورہ استعمال ہوا ہے بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں :-

(۱) اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے (خروج ۴/۲۲)

(۲) تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو۔ (استثناء ۱۴/۱)

(۳) خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا۔ (پیدائش ۶/۲)

(۴) میں اس (سلیمانؑ) کا باپ ہوں گا اور وہ میرا بیٹا ہوگا۔ (۱۔تواریخ ۱۷/۱۳)

(۵) وہ میرا بیٹا ہوگا اور میں اس کا باپ ہوں گا۔ (۱۔تواریخ ۲۲/۱۰)

(۶) میں نے اسے چن لیا کہ میرا بیٹا ہو۔ (۱۔تواریخ ۲۸/۶)

(۷) تو میرا بیٹا ہے میں آج کے دن تیرا باپ ہوا۔ (زبور ۲/۷)

(۸) یتیموں کا باپ اور بیواؤں کا ولی خدا ہے۔ (زبور ۶۸/۵)

(۹) "میں نے تو کہا کہ تم اِلٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔ پر تم بشر کی طرح مرو گے۔" (زبور ۸۲/۶-۷)

(۱۰) تم زندہ خدا کے فرزند ہو (ہوسیع ۱/۱۰)

(۱۱) مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔ (متی ۵/۹)

(۱۲) تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے (متی ۲۳/۹)

(۱۳) سب مومن خدا کے فرزند ہیں۔ (یوحنا ۱/۱۲)

(۱۴) مومن "خدا سے پیدا ہوئے۔" (یوحنا ۱/۱۳)

(۱۵) "جتنے خدا کی رُوح کی ہدایت پر چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں۔" (رومیوں ۸/۱۴)

(۱۶) "ہم خدا کے فرزند ہیں۔" (رومیوں ۸/۱۶)

(۱۷) "تمہارے شاعروں میں سے بھی بعض نے کہا ہے کہ ہم تو اس کی نسل بھی ہیں۔" (اعمال ۱۷/۲۸)

(۱۸) جو کوئی محبت رکھتا ہے وہ خدا سے پیدا ہوا ہے۔ (۱۔یوحنا ۴/۷)

(۱۹) "اس کے بیٹے کے ہم شکل ہوں تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پلوٹھا ٹھہرے۔" (رومیوں ۸/۲۹)

(۲۰) انہوں (یہود) نے اس (مسیح) سے کہا ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے ہمارا ایک باپ ہے یعنی خدا یسوع نے ان سے کہا اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھ سے محبت رکھتے اس لئے کہ میں خدا میں سے نکلا اور آیا ہوں کیونکہ میں آپ سے نہیں آیا بلکہ اُسی نے مجھے بھیجا۔۔۔۔ تم اپنے باپ ابلیس سے ہو۔" (یوحنا ۸/۴۱-۴۴)

معزز قارئین! ان بطور نمونہ بیس حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ بائیبل میں خدا کا بیٹا ایک عام متعارف محاورہ ہے جو بطور مجاز پیاروں اور سچے متبعین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرز پر مسیحؑ کے لئے ابن اللہ کا استعمال ہو جانے سے ان کی الوہیت پر استدلال کرنا سراسر غلطی ہے۔"

مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کا انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد سے انکار

۱۸۵۷ء میں جہاد اسلامی کے شرائط پورے نہ تھے

(۱) مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے متعلق اخبار ترجمان دہلی مورخہ یکم فروری ۱۹۶۲ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے اُسے رسالہ صحیفہ اہلحدیث کراچی نے نقل کیا ہے۔ مولوی عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری لکھتے ہیں کہ مولوی عبدالرحمن صاحب کشمیری ممبر پارلیمنٹ نے بطور اعتراض کہا کہ:۔

"سرخیل جماعت سید الطائفہ مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے بھی سیاست سے کنارہ کشی کر لی۔ انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد پر دستخط نہیں کئے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ایک میم کی جان بچائی تھی۔ اور اس کے معاوضہ میں ان کو کئی بار انعام ملا۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ تمام حالات اشاعت السنہ میں موجود ہیں۔ سرخیل علماء مولانا سید نذیر حسین صاحب کے وقت سے لیکر اب تک آپ کے علماء ومشائخ نے سیاست اور عملی جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا۔"

(۲) اس کے جواب میں صحیفہ اہلحدیث کراچی نے لکھا ہے:۔

"اس جگہ پہلے ہم اُس رکیک اور متعصبانہ الزام کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں جو حضرت میاں صاحب شیخ الکل السید نذیر حسین صاحب محدث پر نادانی سے لگایا گیا ہے۔ یہ الزام دو شقوں میں منقسم ہے۔ اوّل یہ کہ انگریز کے خلاف جہاد کے فتویٰ پر دستخط نہیں کئے۔ دوم یہ کہ ایک میم کی جان بچائی۔"

بعد ازاں فاضل مضمون نگار جواباً لکھتے ہیں کہ:۔

"سوال یہ ہے کہ دین الحق اسلام یعنی قرآن عظیم اور صحیح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُو سے جہاد بالسیف کے لئے کن شرائط کی ضرورت ہے؟ اور وہ شرائط ۱۸۵۷ء

میں مکمل موجود نہیں؟ جن کے یہاں دین
میں رائے اور قیاس بھی داخل ہے وہ
سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن جن کا ایک ایک
بال تک قرآن اور حدیث شریف کے
بندھن سے جکڑا ہوا ہو وہ اُس وقت
تک جہاد بالسیف کا فتویٰ نہیں دے
سکتے جب تک قرآن اور احادیث
شریف اجازت نہ دے یعنی شرائط
پوری نہ ہوں۔"

(۳) اسی سلسلہ میں صحیفۂ اہلحدیث نے لکھا ہے کہ:-

"یہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ہے ممکن ہے
کہ جنگ آزادی ہو (ہم کو اس کے قواعد
کا علم نہیں) اسلامی جہاد بالسیف
نہ تھا۔ کیونکہ یہ نام نہاد مجاہد ایک
بے سری فوج تھے بچوں کو انہوں نے
نہایت ظالمانہ طریق سے قتل کیا خواتین
کے خون سے انہوں نے ہاتھ رنگین کئے۔
جس کو چاہا لوٹا اور جس کے گھر چاہا آگ
لگا دی۔ فرمائیے یہ اسلامی جہاد بالسیف
ہے۔ کیا اسلام اس جہاد کی اجازت
دیتا ہے؟ جذبات پر قرآن و احادیث
کے احکام نہیں۔ یہ میم لاشوں کے ایک انبار
میں پڑی سسک رہی تھی۔ حضرت میاں صاحب
ادھر سے گزرے اس میم کے کراہنے کی آواز
سن کر اس کو اس انبار سے نکال لائے اسکی
مرہم پٹی کرائی اور اسکو اسکے بڑے (کیمپ)
میں پہنچوا کر انسانیت کا فرض ادا کیا جس کو
اسلام نے سکھایا۔" (صـ۱۱)

(۴) انگریزوں کے شہر دہلی پر قابض ہو جانے کے بعد جب
ہنگامہ کے سرغنوں کو سزائیں دی جا رہی تھیں اس سلسلہ
میں صحیفۂ اہلحدیث لکھتا ہے:-

"اور اسی جگہ حضرت شیخ الکل دست و پا بستہ
اپنی باری کے منتظر تھے کہ وہی میم اپنے شوہر کے
ساتھ سوار اسی سڑک سے گزری۔ اس نے دیکھ کر
پہچان لیا اور یہاں حضرت کی سزائے پھانسی میں
تاخیر تا واپسی خود منظور کرا کر قلعہ کو روانہ ہوئی
اور مارشل لاء کورٹ کے جنرل سے حضرت شیخ الکل
کی سزا کی معافی کا پروانہ لیکر واپس آئی اور حضرت
کو آزاد کرایا۔ اسکو انعام کہا جائے تو یہ انعام
مقلب القلوب کا تھا۔ انّ اللہ یفعل
ما یرید۔"

(۵) علماء اہلحدیث کے عملی جہاد سے الگ ہو جانے کے
اعتراض کے جواب میں صحیفۂ اہلحدیث لکھتا ہے:-

"عملی جہاد سے مراد وہ جدوجہد ہے جو ہندوستان
سے انگریز کو نکالنے کے واسطے کی گئی تھی تو کوئی اہلحدیث
ایسی جدوجہد کو جہاد اسلامی سے موسوم نہیں کر سکتا جس کا
نتیجہ ملک کی اکثریت کا برسرِ اقتدار اور صاحب حکومت
آنا ہو اور مسلمانوں کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہو کہ
کھائی سے نکلے خندق میں جا پڑے۔" (صحیفہ اہلحدیث
کراچی ۵؍جون ۱۹۶۲ء صـ۹ تا صـ۱۲)

شذرات

(۱) اسلام کی آزادئ مذہب اور تبلیغ مسیحیت

مدیر رسالہ "مسیحی خادم" گوجرانوالہ لکھتے ہیں :-

"یورپ اور امریکہ میں مسلم مشنری اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہیں لیکن آج تک یہ سننے میں نہیں آیا کہ کسی مسیحی ملک نے ان مسلم مشنریوں کو اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں ملک ترک کرنے کا نوٹس دیا ہو اور کسی قومی اسمبلی میں ان کے خلاف کوئی تحریک پیش کی گئی ہو اور اگر کسی وقت کسی مسیحی ملک نے ایسا اقدام کیا تو اس کی سخت مذمت کی جائے گی کیونکہ مذہب میں آزادی ہر فرد بشر کا پیدائشی حق ہے۔"

(جولائی ۱۹۶۲ء)

مذہب کی آزادی کا علَم سب سے پہلے اسلام نے بلند کیا ہے۔ جب اس نے فرمایا لا اکراہ فی الدین (البقرہ) کہ دین کے معاملے میں کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں اسلئے کسی مسلمان حکومت یا مسلمان جماعت کا یہ حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو اپنے مذہب کی تبلیغ سے روکے۔ ملکی مفاد کے خلاف جو بھی کارروائی کرے وہ مشنری ہو یا غیر مشنری، مسلمان ہو یا غیر مسلم اس کے بارے میں ملک کے قانون کے مطابق بلا رو رعایت گرفت ہونی چاہیئے۔ لیکن کسی گروہ یا فرقہ کو محض اپنے خیالات کے اظہار سے روکنا ہرگز جائز نہیں۔ اسلئے ہم عیسائی صاحبان کو ان کی تبلیغ سے روکنے کے سخت خلاف ہیں۔ اسلام دلائل و براہین کا مذہب ہے۔ وہ ہر مخالف کو ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین کی دعوت دیتا ہے۔ پس ہمیں عیسائی مشنریوں کا دلائل و براہین سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔

باقی رہا مسیحی ممالک میں مسلم مشنریوں کی تبلیغ کا معاملہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ اس بارے میں مبلغین اسلام کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یورپ میں سپین ایسے کئی ملک ہیں جنہوں نے مسلم مبلغین پر اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں تاہم یہ اصول کا سوال ہے۔ مسیحی ممالک اگر مسلمان مبلغین کو آزادئ تبلیغ نہ بھی دیں تب بھی ہم بہرحال اسلامی ہدایات کے مطابق آزادئ مذہب کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ ہاں اپنے ملک کو فتنہ و فساد یا جاسوسی سے بچانا یہ سب کا اوّلین فرض ہے۔

(۲) جماعت احمدیہ ہی وسیع پیمانے پر تبلیغ اسلام کر رہی ہے

اخبار حقیقت لکھنؤ لکھتا ہے :-

"سید جعفر حسین صاحب وکیل حیدرآباد نے

اپنا آبائی مذہب ترک کر کے احمدیت کو قبول کر لیا ہے۔ معلوم نہیں پہلے موصوف حنفی تھے یا شیعہ اثنا عشری، بہرحال مذہب کی تبدیلی ان کا ذاتی فعل ہے اور اس کا اچھا یا بُرا اثر خود انہی کی ذات پر پڑ سکتا ہے۔ دوسروں کو ان کی تبدیلیٔ مذہب سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ نہ یہ کوئی سوشل جرم ہے اور نہ اخلاقی کہ اسکی بنا پر ان کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف پہنچائی جائیں جیسا کہ ان کے ساتھ ہو رہا ہے۔ مقامی معاصر صدق میں ان کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے[۵] جس میں موصوف نے تفصیل کے ساتھ ان مصائب کو بیان کیا ہے جو وہ خود اپنے دوستوں اور احباب کے ہاتھوں برداشت کر رہے ہیں کٹھ ملاؤں کے فتووں کے باوجود احمدی بہرحال اسلام ہی کا ایک فرقہ ہے اسلئے کسی مسلمان کا ایک اسلامی فرقہ کے عقاید ترک کر کے دوسرے فرقہ کے عقاید قبول کر لینا ایسا جرم تو نہیں ہے کہ اس کی سزا سوشل بائیکاٹ اور جسمانی یا روحانی اذیتوں کی صورت میں پہنچائی جائے۔ پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کی تبلیغ آج سب سے زیادہ منظم اور وسیع پیمانے پر احمدی جماعت ہی کر رہی ہے، وہ جس ڈھنگ سے تبلیغ کر رہے ہیں اس کو پسند کیا جائے یا نہ کیا جائے مگر یہ واقعہ ہے کہ آج صرف یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے آپ کو تبلیغ اسلام کے لئے ہمہ تن وقف کر رکھا ہے۔ اس کا اعتراف نہ کرنا سخت ناانصافی ہے۔" (اخبار حقیقت لکھنؤ ۲۰ جون ۱۹۶۲ء)

(۳) "اسلامی" نوک جھونک کا نمونہ

مدیر ایشیا ملک نصر اللہ خاں صاحب عزیز نے اپنے خاص انداز میں مدیر المنبر جناب حکیم عبدالرحیم صاحب اشرف کو "ماہر فن" لکھا تھا۔ مدیر المنبر کا جواب ملاحظہ ہو:-

"رہا یہ کہ مدیر المنبر "ماہر فن" ہے تو حضرت کیوں تکلف فرما رہے ہیں۔ فنی مہارت تو اُن لوگوں کو ہی میسر آ سکتی ہے جو اقامت دین کے علمبردار ہیں، جو جماعتی بیت المال سے اخبار جاری کرتے ہیں، اپنی تنخواہ وصول فرماتے ہیں، اپنے بیٹوں کی تنخواہیں وصول کرتے ہیں۔ جیل جاتے ہیں تو

[۵] یہ مراسلہ الفرقان کے اسی شمارہ میں دوسری جگہ نقل کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

تنخواہ کے ساتھ الاؤنس گرفتاری
بھی طلب فرماتے ہیں اور اگر اخبار
سے ضمانت طلب کی جائے تو چندے
کی اپیل کرتے ہیں۔ چندہ ضمانت کی
مقدار سے زیادہ وصول ہو جائے
تو اسے صرف فرما لیتے ہیں اور جب
ضمانت واپس مل جائے تو الحمد للہ
کہہ کر اُسے بھی قبول فرما لیتے ہیں۔
..... مہارت فنی اسی کا نام ہے"
اس کی ہوا ان "احمقوں" کو کہاں
لگی جو ہمیشہ خادم اور رضا کار ہی
رہے ہیں" (ہفت روزہ المنبر
لائلپور ۲۰ر جون ۱۹۶۲ء)

(۴) علماء کیوں خاموش ہیں؟

مولوی صاحبان ہر اس مخلص دیندار پر فتویٰ لگاتے رہے ہیں جس نے اپنی تحقیق کی بنا پر اعلان کیا کہ از روئے قرآن مجید و احادیث صحیحہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں وہ خود نہیں آئیں گے۔ گزشتہ دنوں مودودی صاحب نے ایک کتابچہ لکھ کر ایک درجن سے زیادہ "احادیث پیش کیں کہ حضرت مسیح آسمان سے اُتریں گے۔ گویا وہ وہاں زندہ ہیں۔ مگر اس کے بعد ہم پے در پے اخبار چٹان میں اس قسم کے اعلان جلی حروف میں پڑھتے ہیں کہ:۔

"آسمان سے کوئی مسیحا نہیں آئیگا
اور نہ مہدی موعود ہی قدم رنجہ
فرمائیں گے۔ یہ انسانوں کی دنیا ہے
اور اب اس کے لئے انسان ہی کارفرما
ہیں" (۲ر جولائی ۱۹۶۲ء)

ہم یہ سمجھ نہیں سکے کہ شورش صاحب کے نزدیک مسیح اور مہدی کے آجانے سے یہ دنیا انسانوں کی دنیا کیونکر نہ رہے گی، کیا پہلے انسانوں کی دنیا میں مصلحین اور برگزیدگان نہیں آتے رہے؟ خیر یہ تو دوسری بات ہے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ان بلند بانگ تردیدی دعاوی پر علماء بالخصوص مودودی صاحب کیوں خاموش ہیں۔ کیا مولانا صاحب موصوف اس بارے میں کوئی کتابچہ شائع فرمائیں گے؟

(۵) اہلحدیثوں کے متعلق علماء احناف کا طرزِ عمل

مدیر صحیفہ اہلحدیث کراچی لکھتے ہیں:۔

"عرصہ دراز سے علماء احناف
(دیوبندی ہوں یا بریلوی) کا طرزِ
عمل بے شمار شواہد پیش کر چکا ہے
کہ وہ اہلحدیث کو حق پر نہیں مانتے۔
وہ گمراہ اور لعنتی سمجھتے ہیں۔ علماء
اہلحدیث میں سے شاید ہی کوئی ایسا
عالم ہو جو احناف کی معتبر کتاب کے
شعر ذیل سے واقف نہ ہو جس میں
امام ابو حنیفہؒ کے قول کو نہ ماننے
والے کے لئے لعنت کی دعا ہے

سُنیئے:-

فلعنۃ ربنا اعداد رمل
علی من رد قول ابی حنیفۃ

ہمارے رب کی ریت کے ذرّوں کی
تعداد میں لعنت ہو اُس پر جس نے
ردّ کیا قول (امام) ابی حنیفہ کا۔"
(صحیفہ اہل حدیث کراچی ۲۰ جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۱)

(۶) "متحدہ محاذ" کا دلچسپ پہلو

روزنامہ "نوائے وقت" میں گاہے گاہے "بازخواں" کے زیر عنوان تحریک پاکستان کے پُرانے دلچسپ حالات چھپ رہے ہیں۔ ۲۰ جولائی سنہ ۶۲ء کے تازہ شمارہ میں ۱۹۴۵ء کے حالات میں لکھا ہے کہ:-

"قائد اعظم نے انتخابات کے سلسلہ میں قوم سے سرمایہ جمع کرنے کی بھی اپیل کی تھی ــــ قائد اعظم کی طرف سے اس انتخابی نعرہ کے بعد کانگرسی رہنماؤں نے مسلمانوں کے قومی محاذ کو کمزور بنانے کی پوری کوشش کی۔ انہوں نے جمیعت العلمائے ہند۔ مجلس احرار اسلام۔ شیعہ پولیٹکل کانفرنس۔ کرشک پرجا پارٹی۔ خدائی خدمتگار۔ آل انڈیا مسلم مجلس اور اس قسم کی دوسری جماعتوں کو آگے بڑھا کر مسلم لیگ کے مقابلہ میں **بھان متی کا کنبہ** جوڑنے کا پروگرام بنایا۔ اس "متحدہ محاذ" کا سب سے دلچسپ پہلو یہ تھا کہ لیگ دشمنی کے سوا ان جماعتوں میں کوئی چیز بھی مشترک نہیں تھی۔"

● مگر حیرت ہے کہ یہ "جماعتیں" پاکستان بننے کے بعد پاکستان کے نام پر اپنی ساکھ قائم کرنا بھی ضروری سمجھتی ہیں۔ یہ بات سب کے لئے دلچسپ ہے کہ بعض وقت "متحدہ محاذ" ایسے عناصر سے بھی مرتب کر لیا جاتا ہے جن میں درحقیقت کوئی وجہ اتحاد نہیں ہوتا۔ سیاست میں بھی یہ بات حیرت زا ہے مگر مذہبی متخالف گروہوں کا ایسا "متحدہ محاذ" تو بہت ہی حیرت کا موجب ہوتا ہے۔

قواعد وضوابط

۱۔ الفرقان کی تاریخ اشاعت ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ مقرر ہے۔
۲۔ تاریخ اشاعت سے دس دن بعد تک اگر کسی خریدار کو رسالہ نہ مل سکے تو اطلاع آنے پر دوبارہ بھیجا جاسکتا ہے۔
۳۔ سالانہ چندہ چھ روپے پیشگی آنا ضروری ہے۔
۴۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں۔
۵۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر ضرور ذکر فرمائیں۔

(مینیجر الفرقان ربوہ)

ایڈیٹر صاحب "صدق جدید" کے نام نو احمدی حیدرآبادی ایڈووکیٹ کا مکتوبِ گرامی

قبولِ احمدیت اور بعد کی مشکلات کی ایمان افروز داستان

آیت ولا یمسّہٗ الّا المطھّرون کے معنے کی تحقیق

مولانا عبدالماجد صاحب کے خیالات پر تبصرہ

محترم سید جعفر حسین صاحب بی۔اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ حیدرآباد نے ابھی حال میں احمدیت کو قبول کیا ہے۔ ان کے مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر "صدق جدید" سے بہت دیرینہ مراسم ہیں۔ انہوں نے "مدیر صدق" کو اپنے خط مطبوعہ صدق جدید (۲۰ راپریل ۱۹۶۲ء) میں اطلاع دی تھی کہ میں احمدی ہو گیا ہوں۔ صدق جدید کے فاضل ایڈیٹر نے اس مختصر خط کو شائع کرکے چند باتیں اپنی طرف سے بیان کی تھیں۔ اب پھر سید صاحب موصوف نے ایک مفصل گرامی نامہ فاضل مدیر صدق جدید کے نام لکھا ہے جسے انہوں نے ۸ رجون اور ۱۵ رجون ۱۹۶۲ء کی اشاعتوں میں "نو احمدی کا بیان صفائی" کے عنوان سے شائع فرمایا ہے۔ ہم ذیل میں یہ ایمان افروز خط درج کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ احمدیت کے قبول کرنے میں کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور طالب حق کس طرح خندہ پیشانی سے سب مشکلات کو برداشت کرتے ہیں۔

اس ضمن میں مولانا عبدالماجد صاحب نے جن امور کا ذکر فرمایا ہے ان پر الفرقان کی طرف سے آخر میں تبصرہ کیا جا رہا ہے ——— (ایڈیٹر)

حضرت قبلہ۔ السلام علیکم۔ میں ایک طویل غیر حاضری کے بعد حیدرآباد واپس ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے صدق جدید میں میری قبولِ احمدیت کی نسبت کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ الفضل میں تو میرے خط کی نقل نہ تھی۔ میں نے کتب خانہ آصفیہ جا کر ۲۰ راپریل ۱۹۶۲ء کا صدق جدید نکالا اور یہ چند سطور آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔

مَیں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میرے مافی الضمیر کے اظہار میں وہ میری مدد فرماسکے۔

مجھے احمدیت میں اسلام کی دوبارہ حیات نظر آتی ہے۔ یہ اسلام کی سچی اور بڑی اچھی تصویر ہے۔ اگر کسی شخص کی یہ خواہش ہے کہ اس کو ان قربانیوں اور ایثار کے مواقع حاصل ہوں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو حاصل تھے تو وہ مواقع احمدیہ جماعت میں موجود ہیں۔ مَیں نے کئی دفعہ آپ کی خدمت میں لکھا ہے کہ قرآن کی حکومت کو بروئے کار لانے کے لئے ایک ایسے رہنما کی ضرورت ہے جو مسلمان سے مسلمان کا سر خدا کی راہ میں مانگے۔ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے خلفاء میں اپنے تصور سے بڑھ کر ایسے رہنما ملتے ہیں۔

مَیں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس جماعت میں شرکت کا موقع دیا۔ اگر مسلمانوں کو اسلام، خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو ان سب کو جماعت احمدیہ کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مقام پر برسوں کی تڑپ اور ایک طویل جد و جہد کے بعد پہنچایا ہے۔

حصولِ دارالسلام کی جد و جہد میں مجھے جب جیل پہنچایا گیا تو تیسرے دن مجھے وجوہاتِ نظربندی تحریری شکل میں مہیا کئے گئے جس میں میری گزشتہ تین چار برسوں کی تقریروں کے اقتباسات تھے اور الزام یہ تھا کہ میں ہندوستان کی حکومت کا تختہ الٹ کر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ مَیں حیران تھا کہ مجھ جیسا چھوٹا آدمی اور یہ پہاڑ جیسا الزام لیکن مجھے آہستہ آہستہ محسوس ہوا کہ میری تقریروں سے کچھ ایسا ہی مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے۔ مَیں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ مَیں بھٹکا ہوا مسافر تھا جس کی منزل تو متعین تھی لیکن راستہ کا پتہ نہ تھا۔ مسلمانوں کی انجمن اتحاد المسلمین ہو یا کوئی اور جماعت ان سب کی حالت یہی ہے۔ دوسرے دن سے مَیں نے تفسیر کبیر کا مطالعہ شروع کیا جو مَیں اپنے ساتھ لے گیا تھا تو مجھے اس تفسیر میں زندگی سے معمور اسلام نظر آیا۔ اس میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔ تفسیر کبیر پڑھ کر مَیں قرآن کریم سے پہلی دفعہ روشناس ہوا۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے اپنا مسلک چھوڑ کر احمدیہ جیسی جماعت میں داخل ہونا جس کو تمام علمائے اسلام نے ایک ہوّا بنا رکھا ہے کچھ معمولی بات نہیں لیکن حق کے کھل جانے کے بعد یہاں خطرات کی پرواہ بھی کسی کو نہ تھی تاہم سجدہ میں گر کر شب و روز مَیں نے دعائیں شروع کیں کہ یا اللہ مجھے صراطِ مستقیم دکھا۔ کئی ماہ اس حالت میں گزر گئے۔ مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری سجدہ کی زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ میری دعائیں قبول ہوئیں کیونکہ احمدیت کو سچا سمجھنے کے عقیدے میں مستحکم ہو گیا اور قادیان حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ سے مَیں نے درخواست کی کہ مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ جواب میں ایک بیعت فارم آیا جو آپ کے ملاحظہ کے لئے منسلک ہذا ہے۔

میری قید کا بڑا حصہ سکندر آباد جیل میں گزرا۔ وہاں کے جیلر ایک مسلمان اور مسلم دوست بھی تھے۔ قیدیوں کی پوری خط و کتابت ان لوگوں کے علم میں رہتی ہے کیونکہ ان کے دستخط کے بعد ہی قیدیوں کے خطوط روانہ یا حوالہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات کچھ اچھی نہ تھی لیکن جرأت کی کمی کے باعث میری یہ کوشش رہتی تھی کہ قادیان کو لکھے ہوئے میرے خطوط حکامِ جیل کے علم میں نہ آنے پائیں۔ مجلس اتحاد المسلمین حیدرآباد ایک بڑی ہی ہر دل عزیز جماعت ہے۔ جیل کا عملہ جمعیت تھا کہ جیل کے سارے ہی قیدی مجھ سے بڑی ہی محبت و عقیدت سے پیش آتے تھے۔ اگرچہ پہرہ والوں کے سوا مجھ سے کوئی مل نہ سکتا تھا ان وجوہ سے حکام کے علم میں آئے بغیر میرے خطوط قادیان کو پوسٹ ہو جاتے تھے لیکن جو خط قادیان سے آتا تھا وہ بہرصورت جیلر کے علم میں آنا ضروری تھا۔ جب قادیان سے بیعت کا فارم آیا تو جیل میں بڑی گڑبڑ ہوئی۔ راز باقی نہ رہ سکا۔ کمرہ کی صفائی کرنے والے قیدی کھانا پہنچانے والے اخبار لانے والے وغیرہ وغیرہ کسی نہ کسی بہانے آتے اور مجھ سے پوچھتے کہ کیا آپ قادیانی ہو گئے ہیں؟ میں نہیں غلط نہ کہہ سکتا تھا لیکن ابھی چونکہ میں نے بیعت نہیں کی تھی اس لئے میں ان سے کہتا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ بالآخر جیلر میرے پاس آئے اور میرا خط جو معہ بیعت فارم کے ان کے پاس تھا مجھ سے بڑی ہی ہمدردانہ گفتگو کی کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ قرآن کی اس تفسیر کو چھوڑیئے میں آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی کی تفسیر قرآن دیتا ہوں۔ آپ کے خیالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے وہ دونوں تفسیریں لا دیں جو اصل میں ترجمہ تھے اور کہیں کہیں تفسیر تھی۔ بیعت کا فارم تکمیل کر کے بھیجنے سے قبل میں نے ان دونوں تفاسیر کا مطالعہ کیا۔ تفسیر کبیر کے طالب علم میں اتنی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دیگر تمام تفاسیر پر تنقید کر سکے۔ چنانچہ میں نے جیلر صاحب کو بتلایا کہ ان دونوں تفاسیر میں کون کون سے مقامات مبہم ہیں کہاں کہاں ترجمہ کی غلطی ہے اور کہاں کہاں معنی محدود ہیں۔ مجھے ایسا کرنے میں آسانی اس لئے ہوئی کہ تفسیر کبیر میں لغت قرآن بھی موجود ہے۔ لا یمسّہ الّا المطھرون صرف مطہر لوگ ہی قرآن کریم کے مطالب کو سمجھ سکیں گے۔

جیلر صاحب ۲۴ گھنٹے اپنے سرکاری فرائض میں مشغول رہتے۔ قرآن کریم کو دیکھنے کا بھی انہیں موقع نہ ملتا۔ میری بات میں انہوں نے دلچسپی نہ لی۔ پھر میں نے جیلر صاحب کو تفسیر کبیر کی پہلی جلد دی اور ان سے درخواست کی کہ وہ کم از کم اس میں سے سورہ فاتحہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں جو بمشکل ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ وہ لے گئے لیکن چند دن کے بعد یہ کہہ کر واپس کر گئے کہ مجھے تو پڑھنے کی فرصت نہ ملی البتہ میری خوش دامن صاحبہ یہ کتاب دیکھ چکی ہیں وہ اس کی بڑی تعریف کرتی ہیں۔ میں نے بیعت کا فارم پُر کر کے بھیج دیا۔ یہ تفصیل آپ کی خدمت میں اس لئے لکھی کہ مجھ پر یہ الزام دور ہو جائے کہ میں نے بیعت میں عجلت کی۔ بیعت کا فارم بھیج کر میں دعاؤں میں لگ گیا کہ میری بیعت کے قبول ہونے میں کچھ رکاوٹیں ہوں تو اللہ تعالےٰ

اس کو دُور فرمائے۔ میرا اندیشہ غلط نہ نکلا۔ میری بیعت قبول کرنے سے پہلے حضور خلیفہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ ایک احمدی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حکومت وقت کا بھی وفادار رہے اور قانون کے اندر رہ کر کام کرے۔ میں نے جواب دیا کہ حضور کی تفسیر نے یہ ساری باتیں میرے دل پر نقش کر دی ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد جب قادیان سے مجھے معلوم ہوا کہ میری بیعت قبول کر لی گئی تو میں سجدہ میں گر گیا۔ تفسیر کبیر میں ایک مقام پر میں نے پڑھا تھا کہ خلیفہ جو مصلح موعود ہوگا وہ اسیروں کی رہائی کا باعث ہوگا۔ میں نے حضور سے درخواست کی کہ وہ میری رہائی کیلئے دعا فرمائیں۔ حضور خلیفہ صاحب نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی رہائی کے سامان کرے۔ اس کے چند ہی دنوں بعد میں رہا ہو گیا۔ خلیفہ موعود کی نسبت پیشگوئی کی کہ وہ اسیروں کی رہائی کا باعث ہوگا میں اس کا زندہ ثبوت ہوں۔

جیل کی تنہائیوں میں قرآن کریم کی تلاوت نے مجھ میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا اور میں یہ عزم کر کے نکلا تھا کہ زندگی کا آئندہ ہر قدم میں خدا کی خوشنودی کے لئے اٹھاؤں گا۔ میری رہائی کے بعد اخبار کے بعض نمائندوں نے انٹرویو لیا اور میرا جو بیان اخبارات میں شائع ہوا اس سے حیدر آباد کے تمام حلقوں میں شدید ناراضگی پیدا ہو گئی۔ اتحاد المسلمین کے وہ مسلمان جو کبھی مجھے گلے لگاتے تھے میں راستہ سے گزرتا تو مجھے گالیاں دیتے، آوازیں کستے، طعنہ زنی کرتے۔ میری نسبت افواہیں پھیلائی گئیں کہ بیعت کرنے کے معاوضہ میں میں نے کثیر رقم لی۔ میں نے انفرادی طور پر بہت سے سمجھدار دوستوں سے کہا کہ مجھے قرآن و حدیث سے سمجھاؤ کہ میں نے کیا غلطی کی ہے تو ایک صاحب نے تو ایک مصروف شاہراہ پر "آخ تھو" کہہ کر میری طرف تھوک دیا۔ قرآن کریم نے مجھے شدید صبر و ضبط کی تعلیم دی تھی میں نے بازو کی دکان سے ایک پان کا بیڑا لیا اور ان کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ تھوکنے سے قرآن و حدیث سمجھ میں آ سکتا ہے تو پان کھا کر مجھ پر تھوکو تا کہ جلد سمجھ میں آ جائے۔ شاد نگر کے مسلمان جن کے دُکھ درد میں میں خود راست شامل تھا میرے شدید مخالف ہو گئے۔ تمام درجات کے مسلمان مستقر شاد نگر پر ایک مسجد میں جمع ہوئے اور بائیکاٹ کا ایک ریزولیوشن پاس ہوا۔ ایک جلسہ کے دوران میں میری تقریر ہونے لگی کوتوالی میں درخواست پیش کی گئی کہ بعض امن کا شدید اندیشہ ہے حتیٰ کہ کوتوالی کو ایک ڈویژن فورس برقرار انتظام کے لئے جلسہ گاہ میں مقرر کرنی پڑی۔ ایک اور مسجد میں مجھ پر اور میری جماعت کے ساتھیوں پر حملہ ہوتے ہوتے رہ گیا اور ایک مرشد اور بعض مقامی مسلمان جو وعدہ کر کے لے گئے تھے کہ ایک پُرامن فضا میں جلسہ ہوگا ہنگامہ پر آمادہ ہو گئے۔ شاد نگر میں بسا اوقات جب میں باہر نکلتا تو مسلم دوستوں کا ہجوم کا ہجوم میرے ساتھ رہتا تھا لیکن جب رہائی کے بعد میں نے ایک دن اور رات شاد نگر میں بسر کی تو میں یکہ و تنہا تھا اور صبح ہونے سے پہلے میں نے شاد نگر چھوڑ دیا۔ بعض اُن میں سے سمجھدار دوست بھی تھے۔ ایک دوست نے مجھے پروفیسر الیاس برنی صاحب کی وہ ضخیم کتاب دی جو قادیانی

مذہب کے نام سے شائع ہوئی ہے اور ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے مَیں نے بڑے غور اور خلوص ذہن کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کیا۔ اصل میں برنی صاحب نے اب تک بانی جماعت اور جماعت احمدیہ پر جو اعتراضات ہوئے ہیں اُن پر اپنا ایک عنوان لگا کر اس کتاب کو شائع کیا ہے خود کہیں کہیں ایک ایک دو دو سطریں طنزیہ انداز میں لکھدی ہیں۔ پوری کتاب پڑھنے اور اصل سے مقابلہ کرنے کے بعد برنی صاحب کی نسبت جو سابق میں میرے پروفیسر بھی رہ چکے ہیں میری یہ رائے ہے کہ ان کی حیثیت ایک ایسے جج کی ہے جو عرضی دعویٰ کو دیکھے بغیر محض جواب دعویٰ پڑھ کر مدعی کا مقدمہ خارج کر دے۔ دوست احباب نے بہت سے مرشدوں، مولویوں اور خطیبوں سے بھی ملایا۔ حیدر آباد دکن کی تاریخی مسجد کے ایک بڑے خطیب مجھے سمجھانے کے بجائے بانی جماعت کی شان میں گندی باتیں اور گندے اشعار سنانے لگے بعض مولویوں کے مکان میں ہم پٹتے پٹتے بچے۔ رشتہ داروں کا حال یہ ہے کہ مرتبہ اور پوزیشن میں کئی درجوں کا فرق ہونے کے باوجود سب توہین آمیز سلوک پر اُتر آئے ہیں۔ میرے اور میرے ان خاندان کے اراکین کا مکمل بائیکاٹ ہے جو بیعت کر چکے ہیں۔ ہماری دعوتیں بھی بند ہیں۔ فحش کلامی، غیبت، عیب جوئی وغیرہ وغیرہ مَیں ساری تفصیلات آپ سے کیا عرض کروں۔ اس صفت کے مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ رحم کرے کیا اب بھی کسی عیسیٰ کو نہ بھیجتا۔ مَیں نے جیل سے رہا ہونے کے بعد بانی جماعت کے تمام حالاتِ زندگی اور ان کی تمام تحریرات جو ایک بڑا دفتر ہے بہت ہی غور سے دیکھا۔ مجھے تو کہیں بھی وحشت نہیں ہوئی بلکہ بعض مقامات پر تو میرے آنسو بہہ گئے کہ یہ سطور خدا کے ایک مامور ہی سے لکھے جا سکتے تھے۔ مزید برآں جلسہ سالانہ قادیان سے جو تاثر میں لیکر آیا ہوں وہ مَیں فراموش نہیں کر سکتا۔

آپ نے بدھوں، آریہ سماجیوں، مجوسیوں، یہودیوں، گاندھی جی، ٹیگور، سرپا دھاکشن، اینی بسنٹ کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں بھی بعض جزدی صداقتیں ہیں۔ خدا کے نبی تو ہر قوم میں آسکتے ہیں یہ لوگ ان جزدی صداقتوں کے ساتھ ایک کامل اور مرکزی صداقت یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں نہیں ایمان لاتے۔

قوموں کا خون جو راہِ خدا میں نہیں بہتا وہ منجمد ہوجاتا ہے۔ رہائی کے بعد خلیفہ صاحب کی خدمت میں مَیں نے لکھا کہ مجھے کسی ایسے مقام پر تبلیغ کے لئے دنیا کے کسی بھی حصہ میں متعین فرما دیں جہاں تبلیغ کی پاداش میں سُولی دی جاتی ہو یا سنگسار کیا جاتا ہو۔ حضور نے فرمایا تمہاری سردست ہندوستان میں ضرورت ہے یہیں رہو۔ بہرحال مَیں نے اپنی جان و مال راہِ خدا میں اپنے خلیفہ کے سپرد کر دی ہے۔ وہ جس طرح چاہے کام میں لائیں۔ اِس حالت میں میں مر بھی جاؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے میری نیّت کا ثواب دے گا۔

ایک جماعت جو توحید خداوند تعالیٰ کی قائل اور محمد رسول اللہ کی عاشق شب و روز نمازوں اور دعاؤں، شب بیداریوں اور تقویٰ کی پابند رہا ہوں

یہ چلتے ہوئے غلبۂ اسلام کے لئے خدا کے روبرو سربسجود اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی مشنوں کی طرح قرآن کریم کو لے کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جاتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ جماعت کافر و مرتد کیسے ہوگئی۔

یہ خط اپنی طوالت کے باعث اس لائق نہیں کہ صدق میں جگہ پاسکے۔ تاہم کسی بھی ذریعہ سے آپ مجھے مطلع فرمائیں کہ میں اپنے قلب کے ان تاثرات کی روشنی میں لائق نجات ہوں یا نہیں؟

سید جعفر حسین بی۔ اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ
چبوترہ سید علی شاہ علی منڈہ حیدر آباد

الفرقان۔ (۱) اس مکتوب میں جہاں آیت لایمسّہ الّا المطھّرون آئی ہے اور ترجمہ کیا گیا ہے کہ "صرف مطہر لوگ ہی قرآن کریم کے مطالب کو سمجھ سکیں گے"۔ اس پر جناب مدیر صدق جدید نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"خود اس آیت کی یہ تفسیر ہی زیادہ قابلِ قبول نہیں۔ پورا سیاق ملاحظہ ہو۔ انّہٗ لقراٰن کریم فی کتاب مکنون لایمسّہٗ الّا المطھّرون۔ (الواقعہ آیت ۷۷-۷۹) یہ ایک معزز قرآن ہے ایک محفوظ کتاب میں (پہلے سے درج) جسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا بجز پاکوں کے۔ یمسّہٗ میں ضمیر قرآن کی طرف نہیں بلکہ کتاب مکنون کی طرف ہے اور اس سے مراد ہے لوحِ محفوظ جہاں قرآن پہلے سے مکتوب چلا آرہا ہے اور المطھّرون (پاکوں) سے مراد تو فرشتے۔ جو شائبہ گناہ سے بھی پاک ہیں۔ ابن عباسؓ اور انسؓ صحابیوں سے اور بکثرت تابعین سے یہی تفسیر منقول ہے اور مستند ترین تفسیروں میں یہی مفہوم لیا گیا ہے البتہ بعض صوفیہ عارفین نے بطور نکتہ کے اس سے یہ نکالا ہے کہ اسرار و حقائق قرآن تک رسائی بھی انہیں لوگوں کی ہوسکتی ہے جو ہوائے نفس کی آلودگیوں سے پاک ہوں"۔

(صدق جدید یکم جون ۱۹۶۲ء)

اگر تدبر کیا جائے تو صوفیہ عارفین کے معنے ہی درست معلوم ہوتے ہیں۔ فرشتے لوح محفوظ کو چھوتے ہیں، اس سے انسانوں کو کیا فائدہ؟ لایمسّہٗ الّا المطھّرون کا ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب نے یوں کیا ہے: "نہیں ہاتھ لگاتے اس کو مگر پاک **لوگ**"۔ (مترجم قرآن مجید جلالین میں لکھا ہے:۔

"انہ (ای المتلو علیکم) لقراٰن کریم فی کتاب (مکتوب) مکنون (مصون وھو المصحف)

لایمسّہٗ (خبر بمعنی النھی)
الّا المطھّرون (ای الذین
طھروا انفسھم من الاحداث)
(جلالین جزو دوم ص۲۰ مطبوعہ مصر)

یعنی مصحف قرآن مجید کو وہی لوگ چھوئیں جو پاک و مطہّر اور باوضو ہوں۔ پس آیت کا جامع مطلب یہی ہے کہ قرآن مجید کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں اگر نہی ہو تو ایک فقہی مسئلہ بیان ہوا ہے اگر نفی ہو جو زیادہ قرینِ قیاس ہے تو اس میں قرآن مجید کی وہ اہم فضیلت بیان ہوئی ہے جو کسی اور الہامی کتاب کو نصیب نہیں۔

قرآن مجید انسان کو پاک دل بناتا ہے اور پاکدل انسان کا زیادہ سے زیادہ لگاؤ قرآن مجید سے پیدا کرتی ہے۔ پس عارفین کے معنے ہی درست ہیں۔

(۲) مولانا عبدالماجد صاحب نے علماء کو توجہ دلائی ہے کہ وہ حکمت، تدبّر، ہوشمندی سے احمدیت کے مسئلہ کو حل کریں۔ یہ نصیحت سنہری حروف میں لکھی جانے والی ہے مگر ہمیں یقین ہے کہ اس خیرخواہی کے نتیجہ میں کئی لوگ مولانا پر برس پڑیں گے۔

(۳) مولانا کا خیال ہے کہ مرزا صاحب نے لفظی دعویٰ نبوت کر دینے میں شدید ترین بے احتیاطی سے کام لیا عام مسلمان یہ لفظ سنتے ہی بھڑک اُٹھتے اور غصہ سے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ نہایت ادب سے گزارش ہے کہ نفس دعویٰ میں تو کوئی بے احتیاطی نہیں۔ آنے والے مسیح موعود کو ساری امت نبی تسلیم کرتی آئی ہے۔ اصل خرابی تو یہ ہے کہ اس بے ضرر لفظ ظلّی نبی یا غیر تشریعی نبی کو علماء نے بلا وجہ اشتعال انگیزی کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اب اس کا علاج اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

(۴) مولانا نے ایک بات نہایت پتہ کی کہی ہے فرماتے ہیں:-

"نجات تو ایسوں ایسوں کی بھی ہوگی جن پر ایک دنیا دنگ و حیران رہ جائے گی۔ موجباتِ مغفرت و رحمت اس درجہ باریک و خفی اور تعداد میں ایسے لاانتہا ہیں کہ سب کا احاطہ بجز ذاتِ ارحم الراحمین کے نہ کوئی نبیٔ مرسل ہی کر سکتا ہے اور نہ کوئی ملک مقرب۔"
(صدق جدید ۱۵ رجون ۶۲ء)

اگر علماء بھی اس مسئلہ کو تسلیم کر لیں تو مسلمانوں کے باہمی تنازعات کا فوراً حل ہو سکتا ہے یا کم از کم ان کی وجہ سے باہم انتہائی تلخی نہیں پیدا ہو سکتی۔

اعلان

فہرست کتب مکتبہ الفرقان ربوہ سے مفت طلب فرمائیں۔

(مینجر مکتبہ الفرقان)

ایڈیٹر کی ڈاک

(۱) جناب پروفیسر قاضی محمد برکت اللہ صاحب ایم۔ اے مظفر آباد لکھتے ہیں:۔

"الفرقان کا خاتم النبیین نمبر ملا، یہ تو انسائیکلو پیڈیا ہے جس سے خاتم النبیین کے ہر پہلو پر سیر حاصل روشنی پڑتی ہے اور کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ ۱۲۰ صفحات کا یہ رسالہ ختم کئے بغیر چین نہیں پڑا اور مسلم دوست نیک طینت اصحاب کے لئے اس میں بے شمار مواد ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ لفظ "ختم" کے سلسلے میں ذیل کا شعر غالباً ابھی تک ہمارے لٹریچر میں نہیں آیا۔ شاعر ایران کے قاچاری خاندان کے شہزادہ تھے۔ ان کا کلام شائع بھی ہو چکا ہے اور خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ شعر یہ ہے ؎

ختم بر من گشت شعر و شاعری چونانکہ شد
بر محمد خاتم پیغمبراں پیغمبری!"

(۲) جناب ملک محمد شریف صاحب راولپنڈی تحریر کرتے ہیں:۔

"آپ نے اپنی قلم اور علم اور خدا تعالےٰ کی نصرت کی وجہ سے اس زمانہ کے ایک ساحر کا منہ بند کر دیا ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان دلائل کا جواب جو آپ نے اپنے رسالہ میں رقم فرمائے ہیں قیامت تک نہ صرف مولانا مودودی بلکہ اس کے تمام ہم خیال مولویوں سے بن نہ سکے گا اور یہ تمام مولوی اس رسالہ کی تردید سے عاجز رہ کر اپنی شکست پر مہر لگا دیں گے اور جاء الحق و زھق الباطل انّ الباطل کان زھوقاً کا نظارہ ہم آنکھوں سے دیکھیں گے۔"

(۳) جناب سید محمد احمد صاحب کوئٹہ سے لکھتے ہیں:۔

"آج عید کی نماز کے بعد اتفاق سے الفرقان کا پرچہ (اپریل۔مئی نمبر) مل گیا۔ جسے میں نے اتنا دلچسپ پایا کہ الف سے ی تک ایک ایک لفظ اس کا پڑھا۔ آپ نے واقعی مودودی صاحب اور ان کے ہم خیالات لوگوں کو "گھر تک پہنچانے" کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے۔ یہ مضمون اس قدر مکمل ہے کہ لطف آ گیا۔ پتہ نہیں آپ نے اس کے لئے کتنی ہی محنت کی ہوگی۔"

نوٹ:۔ یہ مضمون اسی صورت میں نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ نے "القول المبین" کے نام سے شائع کیا ہے۔

(ادارہ)

کیا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کبھی مباہلہ کیلئے تیار ہوئے تھے؟

مولوی صاحب کی مخالفت سلسلہ احمدیہ کا کیا نتیجہ نکلا؟

اخبار "الاعتصام" کی چند غلط بیانیوں کا ازالہ

مولوی ثناء اللہ صاحب اور آخری فیصلہ

اہلحدیثوں کے ہفت روزہ اخبار "الاعتصام" لاہور میں عرصہ دراز کے بعد "مولانا ثناء اللہ امرتسری" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ مضمون نگار جناب ندیم کو یوں کو شکوہ ہے کہ اہل حدیثوں نے "مولانا ثناء اللہ امرتسری" کی یاد کو قائم نہیں رکھا اور ان کے شایانِ شان ان کے لئے اہلحدیث اخباروں نے نمبر وغیرہ نہیں نکالے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے جناب ندیم صاحب نے یہ مضمون شائع کیا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مضمون نگار نے بعض خطرناک غلط بیانیاں کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

"ثناء اللہ نے قادیانیت کے خلاف جدوجہد میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اس کی مثال نہیں ملتی۔ لدھیانہ، رامپور اور بے شمار مقامات پر انہوں نے مرزا صاحب اور ان کے چیلوں چانٹوں کو جس بُری طرح شکست دی اس نے قادیانیوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھا دی اور حد یہ کہ وہ مردِ مجاہد مرزا صاحب کے ساتھ یہ آخری فیصلہ کرنے پر بھی تُل گیا کہ "دونوں میں سے جو جھوٹا اور کاذب ہو وہ سچے کی زندگی میں ہی کسی وبائی مرض سے فوت ہو جائے۔" تاکہ مخلوقِ خدا پر کاذب اور صادق واضح ہو سکیں اور ہندوستان کے چالیس کروڑ باشندوں نے دیکھا کہ اس فیصلے کے کچھ دنوں بعد ہی مرزا صاحب ایک وبائی مرض میں مبتلا ہو کر راہی ملکِ عدم ہو گئے اور ثناء اللہ کا پیکرِ صدق و صفا مزید ربع صدی تک خدمتِ اسلام کے لئے زندہ و سلامت رہا۔"

(الاعتصام ۱۵ر جون ۱۹۶۲ء)

مولوی صاحب کو ایسے مقابلہ کی جرأت نہ تھی

اس اقتباس میں بنیادی غلط بیانی

تو یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس آخری فیصلہ پر تل جانے والا مرد مجاہد کہا گیا ہے کہ:۔

"دونوں میں سے جو جھوٹا اور کاذب ہو
وہ سچے کی زندگی میں ہی کسی وبائی
مرض سے فوت ہو جائے۔"

واقعہ یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کبھی بھی اس طریق فیصلہ پر آمادہ نہیں ہوئے انہوں نے ہر مرتبہ اس واضح طریق فیصلہ سے بُری طرح گریز کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب **اعجاز احمدی** میں مولوی ثناء اللہ صاحب پر اتمام حجت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:۔

(الف) "مَیں نے سُنا ہے بلکہ مولوی
ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر
مَیں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست
کرتا ہے کہ مَیں اس طور سے فیصلہ
کے لئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین
یعنی مَیں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص
ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے
کی زندگی میں ہی مر جاوے۔"

(ب) "اگر اس چیلنج پر وہ (مولوی
ثناء اللہ امرتسری) **مستعد ہوئے
کہ کاذب صادق کے پہلے
مر جائے تو ضرور وہ پہلے
مریں گے۔"**

(اعجاز احمدی ص۱۴ و ص۳۷)

اس مومنانہ تحدی اور جلالی پیشگوئی کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے کیا جواب دیا تھا؟ اہل حدیث حضرات بالخصوص بنظر امعان توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی صاحب نے لکھا کہ:۔

"چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں اور
نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ
یا الہامی ہے اسلئے **ایسے مقابلہ
کی جرأت نہیں کر سکتا۔** مَیں
افسوس کرتا ہوں کہ **مجھے ان باتوں
پر جرأت نہیں۔"**

(رسالہ الہامات مرزا ص۸۵ طبع دوم)

دعوت مباہلہ اور مولوی ثنا صاحب کی لفظی مستعدی کا اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شہرہ آفاق کتاب انجام آتھم میں علماء کو نام بنام دعوت مباہلہ دی تھی اور تحریر فرمایا تھا کہ:۔

"گواہ رہ اے زمین اور اے
آسمان! کہ خدا کی لعنت اس شخص پر
کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ
میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو
چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنیوالی مجلسوں
سے الگ ہو۔" (انجام آتھم ص۶۶)

جن علماء کو دعوت دی گئی تھی ان میں گیارھویں نمبر پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا نام درج ہے۔ مولوی صاحب مذکور نے جب انجام آتھم کی دعوت

پر خاموشی اختیار کی اور اعجاز احمدی کی اس تحدی پر کہ اگر مولوی صاحب اس طریق فیصلہ پر ایسے مستعد ہوگئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔ جب وہ انتہائی بزدلانہ جواب دیا جسے ہم نے اوپر ان کے رسالہ "الہامات مرزا" سے نقل کیا ہے تو اس سے اہلحدیثوں میں سخت بے چینی پیدا ہوگئی اور مولوی صاحب سے ان کے گھر کے لوگوں نے بھی مطالبہ کرنا شروع کیا اور جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی بار بار مطالبہ دہرایا جانے لگا تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے لاچار ہوکر اپنے اخبار میں لکھ دیا کہ:-

"مرزائیو! سچے ہو تو آؤ اور اپنے
گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان
عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم
پہلے صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ
کرکے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔
اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس
نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ
کے لئے دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ
جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو
سب امت کے لئے کافی نہیں ہوسکتا۔"

(اخبار اہلحدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ان الفاظ کو پڑھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر مولوی صاحب اپنے قول میں سنجیدہ ہیں تو یقیناً ظاہر ہے کہ وہ مباہلہ کیلئے تیار ہیں اور اس طریق فیصلہ کو ماننے کے لئے پوری طرح آمادہ ہیں کہ کاذب صادق سے پہلے فوت ہو جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس بیان کو تسلیم کرتے ہوئے دعاؤں کے بعد ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" شائع فرمایا۔ حضور نے مولوی صاحب کے چیلنج کو قبول کرلیا اور اس معیار کے مطابق کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے کاذب صادق کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ حضورؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ:-

"اب میں تیرے ہی تقدس اور
رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب
میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ
میں سچا فیصلہ فرما۔"

حضورؑ نے اس اشتہار میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھا کہ:-

"میرے اس تمام مضمون کو اپنے
پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں
اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا
کے ہاتھ میں ہے۔"

(اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

مولوی صاحب کا صریح فرار

مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ دیکھ کر کہ اب تو

مباہلہ انعقاد پذیر ہونے کو ہے فوراً پہلو بدل لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو اپنے اخبار "اہل حدیث" میں شائع کرکے ساتھ ہی فوراً اعلان کر دیا کہ:۔

(الف) "اس دعا کی منظوری مجھ سے
نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے
اس کو شائع کر دیا۔"
(ب) "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں
اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا
ہے۔" (اہلحدیث امرتسر ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

یعنی مولوی ثناء اللہ صاحب نے مباہلہ کرنے سے صریح گریز کیا اور اس طریق فیصلہ پر فیصلہ کرانے کے لئے راضی نہ ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے۔

مولوی صاحب نے کس طریق کو تسلیم کیا؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کی دعا سے مباہلہ میں لکھا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرجائے۔ اس پر اخبار اہلحدیث نے حاشیہ میں لکھا کہ:۔

"آپ اس دعویٰ میں قرآن شریف
کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں۔ قرآن تو
کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی
طرف سے مہلت ملتی ہے سنو
مَن کان فی الضلالۃ فلیمدد
لہ الرحمٰن مدًّا (پ۱۶ ع۸) اور
انما نملی لھم لیزدادوا اثمًا
(پ۴ ع۹) اور ویمدھم فی طغیانھم
یعمھون (پ۱ ع۲) وغیرہ آیات
تمہارے اس دجل کی تکذیب کرتی ہیں
اور سنو بل متعنا ھؤلاء وآباءھم
حتّٰی طال علیھم العمر (پ۱۷ ع۴)
جن کے صاف یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ
جھوٹے، دغاباز، مفسد اور
نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا
کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت
میں اور بھی بُرے کام کر لیں۔"
(اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء ص۴ حاشیہ)

یہ الفاظ نائب ایڈیٹر نے لکھے تھے جنہیں بطور درست معیار مولوی ثناء اللہ صاحب نے شائع کیا اور پھر صراحتاً اقرار کیا کہ "میں اس کو صحیح جانتا ہوں۔" (اہلحدیث ۳۱ جولائی ۱۹۰۸ء)

پس یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کی کھلی دعوتِ مباہلہ پر کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے مولوی ثناء اللہ صاحب سخت گھبرا گئے۔ انہوں نے اس دعوت کو نامنظور کر دیا اور اس طریق پر فیصلہ کے لئے تیار نہ ہوسکے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے بلکہ انہوں نے قرآنی آیات کا حوالہ دیکر یہ معیار اپنے لئے پسند کیا کہ "خدا تعالیٰ جھوٹے، دغاباز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔"

اہلحدیثوں سے مطالبہ

قارئین کرام! ان حالات میں اخبار "الاعتصام" کا آج یہ اعلان کرنا کہ :-

"وہ مردِ مجاہد (ثناء اللہ) مرزا صاحب کے ساتھ یہ آخری فیصلہ کرنے پر بھی تل گیا کہ دونوں میں جو جھوٹا اور کاذب ہو وہ سچے کی زندگی میں ہی کسی وبائی مرض سے فوت ہو جائے۔"

کتنا خلافِ واقعہ اور صریح مغالطہ ہے۔ کیا مدیر اعتصام یا مقالہ نگار کو مولوی صاحب کہیں سے مولوی ثناء اللہ صاحب کے یہ الفاظ دکھا سکتے ہیں کہ وہ اس طریق فیصلہ پر مستعد ہیں کہ "کاذب صادق سے پہلے مرجائے"؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی اہلحدیث مولوی ثناء اللہ صاحب کے یہ الفاظ ہرگز نہیں دکھا سکتا۔ کیا کوئی ہمارے اِس دعوے کی تردید کر سکتا ہے؟

مباہلہ کرنے والے کاذب کے پہلے مرنے کا اعلان۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے متعلق ذکر کرتے ہوئے باقی مخالفین اور مکفر مولویوں سے فرمایا تھا کہ :-

"(اس نے) یہی دعا کی یا الٰہی اگر مَیں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دیدی۔ دیکھو کیسا صفائی سے فیصلہ ہو گیا۔ اگر کسی کو اِس فیصلہ کے ماننے میں تردد ہو تو اس کو اختیار ہے کہ آپ خدا کے فیصلہ کو آزمالے۔"

(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۱-۱۲)

اِس کے ساتھ ہی حضورؑ نے نہایت پُرشوکت الفاظ میں اعلان فرمایا کہ :-

"یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ مَیں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ مَیں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُرآب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاجِ نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں۔ ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو

کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے
اس کے مثل بھی کوئی نکلنا محال
اور غیر ممکن ہے۔"
(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی سلسلہ میں عام قانونِ الٰہی کا بایں الفاظ ذکر فرمایا کہ :-

"اگر کوئی قسم کھا کر یہ کہے کہ فلاں
مامور من اللہ جھوٹا ہے اور خدا پر
افترا کرتا ہے اور دجّال ہے اور
بے ایمان ہے حالانکہ در اصل وہ شخص
خدا کی طرف سے اور صادق ہو اور
یہ شخص جو اس کا مکذب ہے مدارِ فیصلہ
یہ ٹھہرائے کہ جنابِ الٰہی میں دعا کرے
کہ اگر یہ صادق ہے تو میں پہلے مروں
اور اگر کاذب ہے تو میری زندگی میں
یہ شخص مرجائے تو خدا تعالیٰ ضرور
اس شخص کو ہلاک کرتا ہے۔ جو
اس قسم کا فیصلہ چاہتا ہے۔"
(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۱)

اس بارے میں مولوی صاحب کے متعلق خاص اعلان

پھر حضور علیہ السلام نے ان اعلانات کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق خاص طور پر تحدّی فرمائی کہ :-

"اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ
کاذب صادق سے پہلے مرجائے تو
ضرور وہ پہلے مریں گے۔"
(اعجاز احمدی صفحہ ۳۷)

اِن تمام حالات کا نتیجہ یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب آخر تک کبھی اس طریق پر آخری فیصلہ کرنے کیلئے تیار نہ ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے۔ اگر کبھی انہوں نے اپنے ساتھیوں کے اصرار پر برائے نام آمادگی کا لفظی اعلان کر بھی دیا تو جھٹ آسمانی شہاب ثاقب نے اس باطل کو پاش پاش کر دیا۔ ہمارے نزدیک مولوی صاحب کی وفات کے بعد ان کے مدح سراؤں کا ان پر یہ سراسر افترا ہے کہ وہ کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں اس آخری فیصلہ پر رضامند ہو گئے تھے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے۔ واقعہ یہی ہے کہ وہ کبھی بھی اِس پر مستعد نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کی اس دعوت کا صریح انکار کر دیا کہ اس طرح فیصلہ کرایا جائے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے۔ مولوی صاحب نے اِس طریق کا انکار کرتے ہوئے یہ قاعدہ تسلیم کیا کہ خدا تعالیٰ جھوٹے کو لمبی مہلت دیتا ہے۔

کیا مہلت پانا مولوی صاحب کو پیکرِ صدق و صفا ثابت کرتا ہے؟

اندریں حالات مولوی ثناء اللہ صاحب کا مہلت پانا انہیں "پیکرِ صدق و صفا" ثابت نہیں کرتا۔ اگر مولوی صاحب مباہلہ کرتے اور اِس طریق کو منظور کر کے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے مقابلہ پر آتے تو آج ان کے ساتھیوں کا حق تھا کہ ان کی لمبی زندگی سے ان کے

"پیکر صدق وصفا" ہونے پہ استدلال کرتے۔ مگر اب تو یہ استدلال صرف سچائی کا منہ چڑاتا ہے کیونکہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب لکھ گئے ہیں کہ:-

"آنحضرت علیہ السلام باوجود سچا نبی
ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال
ہوئے مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے
صادق سے پیچھے مرا"

(رسالہ مرقع قادیانی بابت اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

جناب ندیم کو مولوی صاحب کی یہ بات درست ہے کہ اپنے شائع کردہ الہامات کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال مئی ۱۹۰۸ء میں ہوگیا اور مولوی ثناء اللہ صاحب (اس کے بعد ربع صدی بلکہ چالیس سال تک زندہ رہے۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات وبائی مرض سے قرار دینا سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے تاہم ہمیں یہ مسلّم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی ثناء اللہ صاحب سے پہلے وفات پاگئے۔ کیونکہ مولوی صاحب اس طریق پر فیصلہ کے لئے تیار نہ ہوتے تھے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے بلکہ انہوں نے یہ قاعدہ تسلیم کیا تھا کہ جھوٹے کو لمبی مہلت ملنی چاہیئے مولوی صاحب کو کافی لمبی مہلت ملی اور اس عرصہ میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف پوری جدوجہد بھی کرلی وہ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ مجھے مخالفت کا موقعہ نہیں ملا۔

مہلت اور مخالفانہ جدّوجہد کا ذاتی وجماعتی انجام

اب سوال یہ ہے کہ اس ساری جد وجہد اور مہلت کا ذاتی اور جماعتی طور پر کیا انجام ہوا؟ ذاتی انجام کے متعلق تو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ ندیم صاحب کا یہ مضمون ہی اس کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ندیم صاحب نے لکھا ہے کہ:-

(الف) "اگست ۱۹۴۷ء میں امرتسر نہایت
قیامت صغریٰ کا نمونہ پیش کر رہا
تھا۔ فسادات کے ہلاکت خیز طوفانوں
نے مولانا کی اقامت گاہ کو اپنی لپیٹ
میں لے لیا اور ہرچند کہ وہ اپنے دیگر
عزیزوں کے ہمراہ سلامتی سے نکل
آنے میں کامیاب ہوگئے لیکن ان کی
آنکھوں کے سامنے ان کا جوان
اکلوتا بیٹا عطاء اللہ جس بُری طرح
ذبح کیا گیا اس نے ان کے قلب وجگر
کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پاکستان
میں تشریف لاکر مولانا کچھ عرصہ تک
گوجرانوالہ میں ٹھہرے اور پھر وہاں
سے سرگودھا جاکر اقامت پذیر ہوئے
اور وہیں چند ماہ کے بعد اپنے اللہ
کے حضور تشریف لے گئے۔"

(الاعتصام ۱۵ر جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۱)

(ب) "مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم
کے بارہ میں بھی جماعت اسی نوعیت
کا جمود اختیار کئے ہوئے ہے۔ تیرہ
سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے مگر

اب تک

۱۔ کسی اہل حدیث اخبار نے مولانا کی یاد میں اپنا خاص نمبر شائع نہیں کیا حالانکہ دہلی کے اخبار الجمعیۃ کو یہ سعادت حاصل ہو چکی ہے۔

۲۔ پاکستان میں اب تک مولانا کی سیرت و سوانح پر کوئی کتاب شائع نہ ہو سکی حالانکہ اس کی اشد ضرورت تھی۔

۳۔ مولانا کی بلند پایہ تصنیفات کی طباعت اور زیادہ سے زیادہ اشاعت کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔

۴۔ پورے پاکستان میں مولانا کی یاد میں نہ کوئی مدرسہ ہے نہ یتیم خانہ نہ کوئی شفاخانہ ہے اور نہ کوئی ٹرسٹ۔ افسوس تو یہ ہے کہ خود مولانا علیہ الرحمۃ کے اخلاف کو بھی مولانا ممدوح کی تصنیفات شائع کرنے کی توفیق حاصل نہ ہو سکی حالانکہ مالی حیثیت سے وہ بفضلِ خدا صاحب ثروت ہیں اور خود ان کا بہترین پریس ہے۔" (الاعتصام ۱۵ جون ۶۲ء صفحہ ۱۱)

مولوی صاحب کی مخالفانہ جدوجہد اور جماعت احمدیہ

اب صرف یہ سوال باقی ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے "قادیانیت کے خلاف جدوجہد میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے" ان کا ثمرہ اور نتیجہ کیا نکلا ہے؟ اس بارے میں بھی ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ احمدیت کے ایک معاند مخالف ایڈیٹر اخبار المنبر لائل پور کی شہادت پیش کر دیتے ہیں وہ نہایت مجبوری سے لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقوی تعلق باللہ۔ دیانت۔ خلوص علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی۔ مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولانا عبد الجبار غزنوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمهم اللہ وغفر لهم کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ

بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوتے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہونگے اور قادیانی اخبارات اور رسائل چند دن انہیں اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے پر سائنسدان ربوہ آتے ہیں اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا ۱۹۵۶،۵۷ء کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو۔" (المنیر لائل پور ۲۴ فروری ۱۹۵۶ء)

یہ گواہی ۱۹۵۶ء کی ہے اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے چھ سال کے بعد جماعت احمدیہ کا قدم بہت آگے ہے اور دن بدن ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اہل حدیث دوستوں کو خدا ترسی سے کام لیکر حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیئے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا شکریہ

ندیم صاحب کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی مخالفانہ جدوجہد کی وجہ سے احمدیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی مگر ہم انہیں بتاتے ہیں کہ جماعت کی نظر میں تو یہ مخالفت کھاد کی حیثیت رکھتی تھی جس سے جماعت ترقی کرتی تھی۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے ؎

"ولولا ثناء اللہ ما زال جاهل
لیبلك ولا یدری مقامی ویحصر
فهذا علینا منة من ابی الوفا
اری کل محجوب ضیائی فنشکر

کہ اگر ثناء اللہ نہ ہوتا تو ایک جاہل میرے بارے میں شک کرتا اور مجھے سوالوں سے تنگ کرتا۔ پس یہ مولوی ثناء اللہ کا ہم پر احسان ہے کہ ہر ایک غافل کو ہماری روشنی سے اطلاع دی سو ہم اس کا شکر کرتے ہیں۔"

(اعجاز احمدی صـ۴۲)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين ✦

"قادیانی شاعری"

(۳)

رسالہ "پیامِ مشرق" کے اعتراضوں کا جواب

(از حضرت ابن علی الترمذی)

سلسلہ کے لئے الفرقان دسمبر ۱۹۶۱ء ملاحظہ فرمائیں!

ناظرینِ الفرقان کو معلوم ہے کہ جناب ابوحماد صاحب رشید نے جو اپنے آپ کو طالبِ حق بھی لکھا کرتے ہیں اپریل ۱۹۶۱ء کے "پیامِ مشرق" میں فارسی کے دو کثیر الاستعمال "تا" اور "کہ تا" میں سے "کہ تا" کو غلط اور اس کے استعمال کو اس آن بان سے ناجائز قرار دیا تھا کہ گویا آپ فارسی زبان کے بہت بلند پایہ ماہر ہیں۔ اس کے لفظ لفظ کی کیفیت آپ کی نظر میں ہے اگلے پچھلے تمام شعرائے ہند و ایران کے کلام سے بخوبی واقف ہیں۔ اور فنِ شعر و محاسن و معائبِ سخن سے کما حقہٗ آگاہ۔

بحالیکہ حقیقت اس کے بالکل خلاف تھی فارسی زبان کا ماہر اور فنِ شعر میں کامل اور تمام شعرائے ہند و ایران کے کلام پر حاوی اور سخن فہمی میں یگانۂ روزگار ہونا تو بہت دور کی باتیں ہیں۔ آپ کے متعلق تو یہ خیال کرنا بھی مشکل ہے کہ فارسی کی ابتدائی درسی کتابوں میں سے گلستان پڑھ لینے کی سعادت بھی حاصل ہو سکی ہو۔ اگر اس کی نوبت آ گئی ہوتی تو آپ "کہ تا" کو غلط کہنے اور اس کے استعمال کو ناجائز قرار دینے کی جسارت کبھی نہ کرتے۔ کیونکہ اس کتاب کی نثر و نظم دونوں میں "کہ تا" کا استعمال موجود ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

"پادشاہ را باید کہ تا حدّے خشم بر دشمناں نراند۔ کہ دوستاں را اعتماد نماند"

(گلستان صفحہ ۲۲۵ مطبوعہ گلاب سنگھ لکھنؤ)

قطعہ

توان شناخت بیکروز در شمائلِ مرد
کہ تا کجاش رسیدست پایگاہِ علوم
ولے ز باطنش ایمن مباش و غرّہ مشو
کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

(گلستان صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ گلاب سنگھ لکھنؤ)

گلستان تو ایک ا[illegible] کتاب ہے جس کے بہتہ سے بہتر فقرے اور کا[illegible] مقولے اطفالِ دبستان

کو دورانِ تعلیم ہی میں یاد ہو جاتے اور پھر عمر بھر بوقت ضرورت زبان پر آتے رہتے ہیں اور اس کی فردوں، بیتوں، شعروں اور قطعات و رباعیات کا بھی یہی حال ہے بلکہ یہ چیزیں نظم ہونے کی وجہ سے نثر کے فقروں اور مقولوں کے مقابلہ میں جلد اور زیادہ یاد ہو جاتی ہیں مگر اس کا کیا علاج کہ طالبِ حق ابو حماد صاحب رشید کی نظر تو گلستاں پر بھی نہ ہو اور وہ فارسی کے الفاظ کو غلط یا صحیح قرار دینے بیٹھ جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا "کہ تا" کو غلط قرار دیکر اُس کے استعمال کرنے والوں کے خلاف تمسخر و استہزا محض ناواقفی کی وجہ سے ہے۔ سخنورانِ فارس کے کلام سے واقف ہونا تو کیا معنی آپ تو خیر سے شعرائے ہند کے کلام سے بھی واقف نہیں۔ ہم نے یہی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے اگست ۱۹۶۱ء کے الفرقان میں اٹھائیس حوالے مشہور و نامور شعرائے ایران مثلاً فردوسی طوسی، انوری خاورانی، نظامی گنجوی، شیخ عطارؒ، مولانا رومؒ اور حافظ شیرازیؒ وغیرہم کے کلام سے اور چودہ حوالے فارسی گو شعرائے ہند کے کلام فارسی و اُردو میں سے پیش کئے اور اکیاون حوالے دسمبر ۱۹۶۱ء کے الفرقان میں اور ان ترانوے ۹۳ حوالوں کے بعد چورانوے ۹۴ حوالے اس ماہ کے الفرقان میں پیش کرتے ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ پیش کریں گے۔

حکیم ابو القاسم المنصور الفردوسیؒ

کہ تا ہر کس اندیشۂ خویش را — شاہ نامہ جلد اوّل
بہ بیند بداند کم و بیش را — ص ۲۷

بدو گفت بنگر کہ تا آرزوئے — شاہ نامہ جلد اوّل
چہ خواہی بخواہ از من اے نیک خوئے — ص ۲۹

سروشے بداں آمدہ از بہشت
کہ تا باز گوید بد و خوب و زشت — ص ۴۶

کہ تا اژدہا را بر دل آورید
بہ بند د کندے چناں چوں سزید — ص ۵۶

کہ تا زندہ ام چرخ جفت من است
دخم چرخ گرداں نہفت من است — ص ۸۳

بداں پرورانیدم ایں تار را
کہ تا دست گیری کمند یار را — ص ۸۰

برفتند و بردند رنج دراز
کہ تا باستارہ چہ یابند راز — ص ۱۰۱

بخواند آں زمان زال را شہریار
کہ تا زو سخنہا کند استوار — ص ۱۰۱

نخست آں کہ تا شاہ زابلستان
شود جفت با ماہ کابلستان — ص ۱۰۴

کہ تا شاہ فرگاہ بہم بر نہاد
ز سام نریماں ہمی کرد یاد — ص ۱۱۴

چنیں گفت نارن کہ تا زادہ ام
تن پر ہنر مرگ را دادہ ام — ص ۱۱۸

چنیں گفت با مہتراں زال زر
کہ تا من بہ بستم بمردی کمر — ص ۱۲۸

ہر سو کہ تا زاں شدی جنگ جوئے
رواں گشتی از خون دلاں جنگ جوئے

ص ۱۳۱

شاہنامہ جلد اول

کہ تا برکشم تیغ تیز از میاں
کنم رستخیزی بتوراینیاں　ص ۱۳۵
کہ تا بنگرد کاں چہ مردست خود
ابا روز بہرچہ کردست بد　ص ۱۵۱
کہ تا رفت خورشید رخشاں ز آب
درآمد شب تیرہ گون درشتاب　ص ۱۶۹
بُرا ندیشہ شد جانِ آں پادشا
کہ تا چوں شود بے پر اندر ہوا　ص ۱۷۳
دگرگشت ازاں رفت بر آسماں
کہ تا جنگ سازد بہ تیر و کماں　ص ۱۷۴
بنگر کن کہ تا چند گونہ بلا
بہ پیش آمد و یافتی زورہا　ص ۱۷۵
کہ تا ماہ و خورشید را بنگرد
ستارہ ہمی یک بیک بشمرد　ص ۱۷۶
ز لشکر بیامد ہشیوار بیست
کہ تا اندر آورد گہ کار چیست　ص ۲۰۶
بفرمود رستم کہ تا پیشکار
یکے جامہ آورد پُرش پُر نگار　ص ۲۰۹
کہ تا او نگردد بیالائے حسن
نیابد بدیگر کسے راۓ من　ص ۲۱۵
کہ تا من ترا دیدہ ام مُردہ ام
خروشاں و جوشاں و آزردہ ام　ص ۲۱۸
یکے دشت با دیدگاں پُر ز خوں
کہ تا او کہ آید ز آتش بروں　ص ۲۲۲

شاہنامہ جلد اول

سیاسے نہادی ازیں بر سرم
کہ تا زندہ ام حق آں نسپرم　ص ۲۴۱
کہ تا تو برفتی نیم شادماں
از اندیشہ بیغم نیم یک زماں　ص ۲۴۷
بیزداں کہ تا در جہاں زندہ ام
بدرد سیاوش دل آگندہ ام　ص ۲۶۷
کہ تا من شوم کشتہ اندر شکم
کہ او را رہائی مبادا ز غم　ص ۲۸۹
خروشاں و جوشاں بداں دیدگاہ
کہ تا گرد بیژن برآمد ز راہ　ص ۳۱۷
یکے کار کردی کہ تا جاوداں
بگویند گرداں دہم موبداں　ص ۳۱۷
گرا ید دل کہ تا زانہ باز آورم
دیا سر بگوشش بکاز آورم　ص ۳۲۶

یہ اشعار ابدار ایران کے شہرہ آفاق سخنور حکیم فردوسی طوسی کے ہیں جو اپنے باکمال و عظیم المرتبت معاصرین فرخی، عنصری، عسجدی وغیرہم کے حلقہ میں بھی خاص امتیازی شان رکھتا تھا اور بعد کو آنے والے بڑے بڑے اہل کمال بھی اس کو ایک ماہرِ فن اُستاد جانتے اور اس کی سبیت زبان کا لوہا مانتے رہے ہیں۔ چنانچہ اسدی طوسی نے جو نہایت بلند پایہ شاعر ہے فردوسی کی برتری کا اس طرح اقرار کیا ہے ؎

بشہنامہ فردوسی نغز گوئے
چو از پیش گویندگاں بُرد گوئے

اور انوری خاورانی نے جس کا فضل و کمال محتاجِ بیاں

نہیں اُس کے قدموں پہ یہ جواہر عقیدت نثار کئے ہیں ؎

آفریں بر روانِ فردوسی
آں ہمایوں نہال فرخندہ
او نہ اُستاد بود و ما شاگرد
او خداوند بود و ما بندہ

اور مولانا نظامی گنجویؒ اس نیازمندی سے اس کے مدح سرا ہیں ؎

سخن گوئے پیشینہ دانائے طوس
کہ آراست روئے سخن چوں عروس
نگر آں کہ دانائے پیشینہ گفت
کہ بہ دُر نشاید دو سوراخ سُفت
چنیں زد مثل شاہِ گویندگاں
کہ یابندگانند جویندگاں

اور حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ اسکی سخن آرائی کا اقرار ان الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

چہ خوش گفت فردوسیٔ پاک زاد
کہ رحمت برآں تربتِ پاک باد

اگر "کہ تا" غلط اور اُس کا استعمال ناجائز ہوتا تو کیا فردوسی سا سخن ور یکتا جو خدائے سخن مانا گیا ہے اس کثرت سے "کہ تا" کا استعمال کر سکتا تھا۔ اور کیا انوری و نظامی و سعدی جو کمالِ سخن کی انتہائی بلندی تک پہنچے ہوئے سمجھے جاتے ہیں فردوسی کی تصنیفت میں "کہ تا" کی ایسی بھرمار دیکھ کر اس کی گرفت سے باز رہ سکتے تھے۔ لیکن یہی نہیں کہ حضرات موصوفین میں سے کسی نے اُس کی گرفت نہیں کی بلکہ سب نے اُس کے سامنے سرِ تسلیم جھکایا اور خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور اُن کے لئے "کہ تا" کے استعمال پر فردوسی کی گرفت کرنے کا موقعہ ہی کہاں تھا کہ انہوں نے تو خود بھی کثرت سے "کہ تا" استعمال کیا ہے جیسا کہ اِس مضمون کی پہلی دو قسطوں سے ظاہر ہو چکا ہے اور اِس قسط سے بھی ظاہر ہو گا۔

حضرت مولانا نظامی گنجویؒ

	سکندر نامہ بری
کہ تا جاں بہم آشنائی دہد	
بر آزرم خسرو گوائی دہد	ص۲۵۳
ولے بود سر پوش بالائے شاں	
کہ تا سرِّ تو شاید ماند نہاں	ص۲۵۸
بدانم کہ تا جملہ مرز بوم	
بگردم پس آنگہ شوم سوئے روم	ص۳۰۳
ببینم کہ تا عزم چوں آیدم	
زمانہ کجا رہنموں آیدم	ص۳۰۵
کہ تا ہر کہ او باشد ایزد پرست	
ازاں نامہا گنجے آرد بدست	ص۳۰۹
ہمہ شب دریں فکر و اندیشہ بود	
کہ تا چوں تواند دری در کشود	ص۳۲۲
سپہ راند از آنجا بتخت سریر	
کہ تا بیند آں تخت را تخت گیر	ص۳۲۳
دگر نغز گوئی زباں برکشاد	
کہ تا پند کیخسرو و کیقباد	ص۳۲۵
نظر خواست از وے در آئینِ جام	
کہ تا رازِ او باز جوید تمام	ص۳۳۳

نگہبانِ دژ رنج بسیار کرد — سکندر نامہ بری
کہ تا شاہ را سوئے آں غار کرد — ص۳۳۴

کہ تا شاہ برحل و عقد یکہ داشت
نیابت گرِ خویشتن برگماشت — ص۳۴۰

بمن دہ کہ تا زو دوا سے کنم
مسِ خویش را کیمیا سے کنم — ص۳۴۹

بمن دہ کہ تا زو جوانی کنم
گلِ زرد را ارغوانی کنم — ص۳۶۹

نہاں رفت و جاسوس را باز جست
کہ تا حالِ او باز گوید درست — ص۳۷۰

ہمہ وند سرہا کہ تا زندہ ایم
بدیں عہد و پیماں سرافگندہ ایم — ص۴۴۰

کہ تا چوں شہ آید بفرخندگی
بگوید کہ ہاں چشمۂ زندگی — ص۵۲۶

بپیچید در آب فیروزہ رنگ
کہ تا ماہیِ رفتہ آید بچنگ — ص۵۲۷

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

کہ تا بر فلک ماہ و خورشید ہست — بوستان
دریں دفترت ذکر جاوید ہست — ص۱۲۴

کہ تا ہست حاتم در ایامِ من
نخواہد بہ نیکی شدن نامِ من — ص۱۱۱

بحقش کہ تا حق جمالم نمود
دگر ہر چہ دیدم خیالم نمود — ص۱۳۴

بگفتا نہ آخر دہاں تر کنم
کہ تا جانِ شیرینش در سر کنم — ص۱۲۷

کہ تا با خودی در خودت راہ نیست — بوستان
وزیں نکتہ جز بے خود آگاہ نیست — ص۱۵۲

قلم سرِ سلطاں چہ نیکو نہفت
کہ تا کارد بر سر نبودش نگفت — ص۲۳۴

بہ بتخانہ آتش نشاید فروخت
کہ تا چشم برہم زنی خانہ سوخت — ص۲۵۱

کہ تا چند ازیں جاہ گردن کشی
خوشی را بود در قفا ناخوشی — ص۲۵۹

فارسی زبان پر عربی کا اثر تو تیسری صدی ہجری ہی میں شروع ہو گیا تھا جیسا کہ رودکی اور اس کے معاصرین شہید بلخی، خواجہ مرادی، فرالاوی، خسروانی، طیان مرغزی، ابوشکور بلخی اور دقیقی طوسی وغیرہم کے کلام سے ظاہر ہے۔ لیکن ایک تو یہ اثر بہت آہستگی سے تھا دوسرے غزل، قطعہ اور قصیدہ تک محدود تھا۔ کیونکہ تینوں اصناف میں ایک انداز کے بہت سے قافیوں کی ضرورت پیش آتی ہے اور جتنے اشعار ہوں اتنے ہی قافیے لائے جاتے ہیں مگر مثنوی کی یہ حالت نہیں۔ اس کے تمام قافیے ایک انداز کے نہیں ہوتے ایک شعر کے دونوں قافیے تو ایک انداز کے ہوتے ہیں اور دوسرے شعر کے قافیے پہلے شعر کے خلاف دوسرے انداز کے۔ یہی وجہ تھی کہ مذکورہ بالا اصنافِ سخن میں تو عربی کے الفاظ داخل ہوئے ہیں لیکن مثنوی محفوظ رہی اور حکیم فردوسی طوسی کے زمانے تک مثنوی کی زبان خالص فارسی تھی اور اگر کسی مثنوی میں عربی کے الفاظ شامل بھی کئے گئے تھے تو بہت کم۔ غلبہ فارسی زبان ہی کا

تھا لیکن حکیم فردوسی جو خدائے سخن بھی مانا گیا ہے اور مولانا نظامی کے درمیانی زمانے میں جس کا دامن دو سو سال کی لمبی مدت کو اپنے سائے میں لئے ہوئے ہے کثرت سے ایسی جلیل القدر و عظیم الشان ہستیاں ظہور میں آئی ہیں جن کے علم و فضل اور کمالات گوناگوں کے سامنے کمالِ شاعری ایک ادنیٰ سی چیز ہے۔

حاصل مطالعہ (بقیہ صـ ۳۲)

انصاری تحریر فرماتے ہیں :۔

"چھٹی آیت یہ ہے :۔

صراط الّذین انعمت علیھم

...... یعنی ان ہی لوگوں کے رستہ پر تو چلنا چاہیئے جن لوگوں پر اللہ میاں نے مہربانیاں کی ہوں لیکن تم جانتے بھی ہو وہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ چار طرح کے ہیں۔ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ...... تو یہی ہی چار طرح کے لوگ ہیں جن پر اللہ میاں نے انعام کیا ہے۔ خود اللہ میاں قرآن میں فرماتے ہیں :۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئك مع الّذین انعم اللہ علیھم من النبیّین والصدّیقین والشھداء والصّٰلحین۔"

(ماہنامہ "یاتو" دہلی قرآن نمبر صـ ۳۰)

(مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب فضل مبلغ سلسلہ احمدیہ راچی)

(۴) آنحضرتؐ سے قبل سب انبیاءؑ وفات پا چکے ہیں

"السّیرۃ النبویّۃ" الشیخ محمد ہارون مرحوم سابق کبیر مفتشی المحاکم الشرعیہ کی ایک مشہور تالیف ہے۔ وزارۃ المعارف مصر کے دارۃ تحقیقات کے سیکرٹری جناب ابوالفضل محمد ہارون نے "ملخص السیرۃ النبویۃ" نامی کتابچہ ۱۹۴۳ء میں شائع کیا۔ اس ملخص کے صفحہ ۷۰ پر آپ نے زیرِ عنوان "مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ" ایک نہایت قیمتی روایت نقل کی ہے۔ متعلقہ حصۂ روایت عربی اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

"ثمّ قال "ایّھا النّاس بلغنی انّکم تخافون من موت نبیّکم ھل خلد نبیٌّ قبلی فیمن بعث اللہ فاُخلد فیکم؟ الا انّی لاحقٌ بھم وانّکم لاحقون بی ......"

"فرمایا۔ لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈر رہے ہو کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی اپنی امت میں ہمیشہ رہا ہے کہ میں تم میں ہمیشہ رہوں؟ سُن لو کہ میں اُن (انبیاء) سے ملنے والا ہوں (جن کے متعلق میں تم سے ابھی سوال کر چکا ہوں) اور (کچھ عرصہ بعد) تم بھی (وفات پا کر) مجھ سے ملنے والے ہو۔"

(ملخص السیرۃ النبویۃ صفحہ ۷۰)

حاصل مطالعہ

(اس عنوان کے تحت ہر ماہ رسالہ الفرقان میں مفید حوالجات شائع کئے جاتے ہیں۔ اہل علم حضرات مفید حوالجات بھجواتے رہیں ——— (ادارہ)

(۱) معیارِ صداقت مدعیٔ نبوت

اصولِ فقہ کی مشہور اردو تصنیف "مختصر الاصول" میں مولوی محمد نجم الغنی خاں صاحب مرحوم، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا معجزے نہیں دکھا سکتا ورنہ قلب موضوع لازم آئے یعنی مابہ الامتیاز کہ جس سے حق و باطل میں امتیاز ہوتا ہے وہی مابہ الالتباس ہوجائے کہ حق و باطل میں امتیاز نہ رہے اور اس فعل کا صادر ہونا حضرت حکیم علی الاطلاق سے منجملہ محالاتِ عقلیہ کے ہے اور عقل کی رو سے تیں یہ مدار تکلیف کا ہے حق و باطل شرعی میں تمیز کبھی حاصل نہ ہو اور ساری تکالیف شرعیہ سب تلتوں کی برہم ہوجائیں۔ پس جو شخص اظہار پیغمبری کرے اور بہ دعویٰ نبوت کے ساتھ خوارق عادات بھی صادر کرے اس طرح کہ اس کی کسی خرقِ عادت کا کوئی معارضہ کرکے برابر نہ دہ سکے وہ بیشک خدا کا پیغمبر ہوگا۔"

(مختصر الاصول صفحہ ۲۶۱)

(۲) خاتم المحققین

مولوی عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت بہار اپنی تصنیف "ہندوستان اور مسئلہ امارت" میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خاتم المحققین اور آخر المتکلمین قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس تاریخی حقیقت کو خاتم المحققین و آخر المتکلمین حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ازالۃ الخفاء میں نہایت صاف لفظوں میں بیان فرما دیا ہے۔"

(ہندوستان اور مسئلہ امارت صفحہ ۱۱۹)

(۳) منعم علیہ گروہ

سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا بدرِ حق صاحب

(باقی ص ۲۳ پر)

ہمارا قرآں

(از حضرت اکمل اطال اللہ بقاءہٗ)

احمدِ پاک پہ اُترا ہے ہمارا قرآں — مُنہ سے اللہ کے نکلا ہے ہمارا قرآں
سینکڑوں سال کے مُردوں کو کیا ہے زندہ — ہمیں کیا شک کہ مسیحا ہے ہمارا قرآں
ظلمتیں کفر کی سب دُور ہوئیں عالم سے — رشکِ صد نیّرِ بیضا ہے ہمارا قرآں
کفر و ایمان میں فرقان کیا ہے اس نے — مبنیِ اِنّا فتحنا ہے ہمارا قرآں
اختلاف اس میں تو بالکل ہی نہیں ہے ممکن — اُفقِ وَحی سے چمکا ہے ہمارا قرآں
جب کہ فیہا کتبٌ قیّمہ صاف آیا ہے — سب کتابوں کا خلاصہ ہے ہمارا قرآں
سامنے اسکے نہیں جچتا عصائے موسیٰ — غیرتِ صد یدِ بیضا ہے ہمارا قرآں
دل کی آنکھوں پہ تدبّر کی چڑھا لو عینک — اَوجِ معنیٰ پہ ثریّا ہے ہمارا قرآں
آؤ بجستو نگا تشفائیں ہوں شفاءٌ لِلنّاس — کُل مریضوں کو بتاتا ہے ہمارا قرآں
انبیاء کی جو شریعت تھی ہوئی اس پہ ختم — خاتمِ ادیانِ خدا کا ہے ہمارا قرآں
نقدِ جاں دیکے بھی گر ہاتھ ہمیں آ جائے — ہم تو سمجھیں گے کہ سستا ہے ہمارا قرآں
دل کے سینے سے لگائے نہ رکھیں ہم کیونکر — جب ہمارا ہے ہمارا ہے ہمارا قرآں

جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا پایا
اس کی برکت ہی سے ہم سب نے یہ پایہ پایا

ایک بہائی مبلغ سے گفتگو

(از حضرت مولوی عبید اللہ صاحب بسمل۔ مرحوم)

{یہ گفتگو حضرت مولوی صاحب مرحوم کی زندگی میں بھی چھپ چکی ہے۔ جناب سید محمد حسین شاہ صاحب والد جناب ڈاکٹر محمد جی صاحب مبلغہ آفیسر نے نقل بھجوائی ہے ———— (ایڈیٹر)}

ایک دفعہ ریاست رامپور میں ایک بہائی مسمی نورالدین آگیا۔ مجھے احمد حسین صاحب بی۔ اے علیگ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول رامپور کہنے لگے چلو اس کو دیکھ آئیں۔ وہ صاحبزادہ چھیٹن صاحب بہادر کے مکان پر ٹھہرا ہوا تھا۔ جس وقت ہم دونوں وہاں پہنچے تو وہ چند اکابرین کے مجمع میں بہاء اللہ کے عہدہ کی نسبت تقریر کر رہا تھا اور یہ شعر اس کی زبان پر جاری تھا ؎

روا باشد انا اللہ از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

یعنی جب انا اللہ ایک درخت کہہ سکتا ہے تو ایک نیک بخت آدمی بھی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔ مراد اس کی یہ تھی کہ اگر بہاء اللہ بھی انا اللہ کہتا ہے تو ایسا ہی کہتا ہے۔ مجھے احمد حسین صاحب نے کہنی ماری کہ کچھ کہو میں نے کہا کہ صاحب ایک عرض کرتا ہوں اگر اجازت ہو۔ کہنے لگے ہاں ہاں خوشی سے۔ میں نے کہا جب خدا بعض اجسام میں حلول کرتا ہے تو وہ لوگ اپنا عجز کیوں ظاہر کرتے ہیں اور ان کی قدرت کیوں سلب ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ مٹ کر جاتے ہیں۔ نمرود نے کہا اَنَا اُحیِی وَاُمِیتُ تو کہتے ہیں اس کو حس (جس کو نمرودی علت بھی کہتے ہیں) کا مرض دماغ میں پیدا ہو گیا جس سے اس کا دماغ کھجلانے لگا۔ جب تک اس کے سر پر جوتے نہیں پڑتے تھے اسے چین نہیں آتا تھا۔ حتیٰ کہ اسی طرح پٹتے پٹتے اس کی جان جاتی رہی۔ فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ کہا اور غرق بحرہ قلزم ہو گیا (بقول ہندوؤں کے) رامچندر نے دعویٰ کیا اور راون نے اُن کی بیوی کو ورغلا لیا۔ کرشن کی نسبت کہتے ہیں کہ اُس نے اوتار ہونیکا دعویٰ کیا تو سانپ نے اُن کو ڈسا۔ مسیح کی نسبت خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ ہوا وہ صلیب دیا گیا۔ حضرت علیؓ کی نسبت نصیریہ نے ایسا ہی خیال منسوب کیا اور عبد الرحمٰن ابن ملجم کے ہاتھ سے سر پر تلوار کھائی۔ حضرت امام حسینؓ کی نسبت شیعہ نے اسی کے قریب قریب خیال کیا اور کربلا میں شہید ہو گئے۔ منصور نے اَنَا الحق کہا اُلٹی کھال کھچوائی گئی۔ کیوں خدا نبیوں کو نہیں بھیجتا جنکے متعلق کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی کا وعدہ ہے۔ حضرت موسیٰؑ آئے تو فرعون کو غرق کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کو، جناب رسول خداؐ نے کفار کو ملیا میٹ کر دیا

جب نبی بہتر کام کر سکتا ہے تو خود خدا کو تشریف لانے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے اس کہنے پر وہ بالکل خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد ایک رات کو نواب صاحب کے دربار میں نورالدین موجود تھا۔ میں بھی اتفاقاً نواب صاحب کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ نواب صاحب نے نورالدین سے پوچھا کہ تم بہاء اللہ میں اور جناب رسول اللہؐ میں کیا فرق کرتے ہو اور اُسے جناب نبی کریمؐ کی شریعت کے ماتحت سمجھتے ہو یا نہیں اور دونوں کے رتبہ میں کیا امتیاز کرتے ہو؟ نواب صاحب کی غرض اس وقت یہ تھی کہ عبید اللہ حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت کہے تو ان دونوں کا باہمی مباحثہ شروع ہو جائے۔ نورالدین بے ساختہ کہنے لگا ہم بہاء اللہ اور نبی کریمؐ کو ہم رتبہ سمجھتے ہیں۔ نواب صاحب نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عبید اللہ تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا حضور ایک ذات کی گستاخی کے واسطے شاہ ایران کو خدا تعالیٰ نے اس کے بیٹے کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔ اس نے کہا تھا کہ نبی عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ کیونکہ نبی عرب نے "من رسول اللہ الی کسریٰ العجم" لکھا تھا۔ نبی عرب نے میری گستاخی کی ہے۔ اس واسطے گرفتار کر کے میرے دربار میں لانا چاہیئے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اُس ذاتِ بابرکات کو کسریٰ کی گرفت سے محفوظ رکھا اور کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے قتل کروا دیا اور کسریٰ کی مراد پوری نہ ہوئی۔ اور محمد شاہ قاچار شاہِ ایران نے بہاء اللہ کو گرفتار کیا اور حبسِ اعظم میں رکھا اور ناصرالدین شاہ نے اسکو ایران سے نہایت رسوائی کے ساتھ بحالتِ قید ترکوں کی قید میں دے دیا اور عکہ میں ایک مدت تک قید خانہ میں رہا اور وہیں مر گیا۔ مساوات تو اسی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ نواب صاحب کہنے لگے بہت معقول، بہت معقول، بہت معقول تین دفعہ کہا۔

اس پر نورالدین کہنے لگا حضرت یوسف علیہ السلام بھی تو قید میں رہے تھے۔ میں نے کہا ہم حضرت یوسف علیہ السلام کو کب جناب رسول خدا کے مساوی سمجھتے ہیں۔ انکو بھی تو چھوٹا سمجھتے ہیں۔ اس محفل میں ایک مولوی علی رضا شیعہ بولا کہ مرزا صاحب بھی دعویٰ فصاحت و بلاغت رکھتے ہیں اور بہاء اللہ کی کتابیں بھی دیکھی جاتی ہیں تو ان میں بھی دعویٰ فصاحت و بلاغت ہے۔ وہ بھی کہتا ہے کہ میرے کلام کا کوئی جواب نہیں لکھ سکتا۔ میں نے کہا کتب خانہ سرکاری میں بہاء اللہ کی اکثر تصنیفات موجود ہیں منگوا کر دیکھ لیا جائے کہ سوا اپنے قید ہونے اور مصائب پر رونے کے اور کیا لکھا گیا ہے۔ خدا کی ہستی پر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر، ابطالِ تناسخ پر، بعث و نشر کے ثبوت پر، ردِ تثلیث پر جو دلائل دیئے ہیں فصاحت و بلاغت کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائے ہیں وہ بہاء اللہ کی تصنیفات میں کہاں ہیں۔ بہاء اللہ کی فصاحت و بلاغت مقاماتِ بدیعی اور مقاماتِ حریری سے کیا فوقیت رکھتی ہے مگر مقاماتِ حریری، مقاماتِ بدیعی، اطباق الذہب، اطواق الذہب اور مقاماتِ سندی وغیرہ کتب کو دیکھ لیا جائے جو فلسفہ الٰہیات حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں ہے وہ ان میں کہاں ہے۔ بیشک یہ تمام تصانیف مسجع و مقفیٰ ہیں لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف ادلّہ و براہین سے مملو ہیں اور یہ کتابیں ان سے خالی ہیں۔ اس پر نصر حسین بول اٹھا کہ واقعی مرزا صاحب کی تصانیف میں فصاحت و بلاغت بھی ہے اور فلسفیانہ رنگ بھی۔

بہاء اللہ نے صرف اپنا رونا رویا ہے۔ مرزا صاحب کے کلام کے ساتھ اُس کے کلام کی کوئی نسبت ہی نہیں +

بہائیوں سے تبادلۂ خیالات

(جناب سیّد احمد علی صاحب فاضل سیالکوٹی)

لائل پور میں صرف چند بہائی ہیں۔ ایک روز چند اصحاب کی موجودگی میں ان کے پریذیڈنٹ صاحب سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنے مبلغ مولوی محفوظ الحق صاحب علمی کے آنے پر اُن سے گفتگو کرانے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اس کے تھوڑے دنوں کے بعد جب علمی صاحب آگئے تو میں نے مکرم ملک برکت علی صاحب احمدی کے ذریعہ انہیں یاد دہانی کرائی اور مکرم رانا الطاف صاحب کو بھی دستی چٹھی دی کہ آپ علمی صاحب سے حسب وعدہ تبادلۂ خیالات کے لئے وقت لیکر دیں۔ میرے اس خط کا تو کوئی جواب نہ دیا گیا البتہ مجھے اور مکرم ملک برکت علی صاحب احمدی کو شیخ احسان الٰہی صاحب بہائی نے ۱۷ر جولائی سنہ ۱۹۶۲ء بروز اتوار سات بجے صبح کو چائے نوشی کے لئے علمی صاحب کے ساتھ مدعو کیا۔ ہم دونوں احمدی شیخ صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گئے جبکہ شیخ صاحب موصوف۔ علمی صاحب۔ رانا الطاف صاحب اور ایک اور بہائی کل چار بہائی موجود تھے۔ چائے سے قبل باہمی تعارف کے بعد میں نے شیخ احسان الٰہی صاحب اور علمی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:۔

(۱) میں آپ دونوں کے ساتھ پندرہ بہائی حضرات کو ۹ بجے سے ۷ بجے شام تک چائے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ دوستانہ رنگ میں تبادلۂ خیالات بھی ہو سکے مگر علمی صاحب نے اس کو مناظرہ قرار دیا اور مناظرہ کو ناپسند کرتے ہوئے اس طریق گفتگو کو منظور نہ کیا۔

(۲) تب میں نے کہا کہ کراچی سے آپ کے قریشی حشمت اللہ صاحب بہائی نے لکھا تھا کہ بہائی مناظرہ اور مباحثہ کے لئے ہر وقت تیار ہیں پھر کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ کا اختلافی امور پر تحریری مباحثہ ہو جائے۔ علمی صاحب نے کہا کہ جس نے ایسا لکھا ہے اُن سے کریں مگر میں تو ایسا کرنے کو تیار نہیں۔

(۳) تب میں نے کہا کہ ہم ایسے دن جبکہ آپ کا یہاں کوئی پروگرام نہ ہو مسجد احمدیہ میں جلسہ کرتے ہیں۔ بہائی صاحبان تشریف لائیں تو ہم سوال و جواب کے لئے وقت دینے کو تیار ہیں مگر علمی صاحب نے اسے بھی منظور نہ کیا۔

(۴) البتہ اپنی طرف سے ایک تجویز پیش کی اور وہ یہ کہ آپ اپنے ہال میری (یعنی علمی صاحب کی) تقریر کرائیں۔ میں نے کہا ہمیں اس ترمیم کے ساتھ آپ کی تجویز منظور ہے کہ آپ اپنے ہال

جلسہ میں ہماری تقریر کرائیں اور پھر بیشک
اگر چاہیں تو آپ اپنی تقریر بھی کر لیں۔ اسی
طرح ہم اپنے ہاں آپ کی تقریر کرائیں گے
اور پھر اس کا جواب دے دیں گے۔ لیکن
بہائیوں کے مشہور مبلغ علمی صاحب نے اسے
بھی منظور نہ کیا۔

(۵) اس کے بعد علمی صاحب نے ایک اور تجویز از خود
پیش کی اور وہ تجویز یہ تھی کہ جلسہ میں تحریری
مقالے پڑھے جائیں۔ میں نے کہا کہ اختلافی
مسائل مثلاً جناب بہاء اللہ کا دعویٰ کیا تھا؟
اور "کیا قرآنی شریعت منسوخ ہے؟ اور
مزعومہ بہائی شریعت من جانب اللہ ہے؟"
وغیرہ پر جماعت احمدیہ اور بہائیوں کی طرف
سے مقالے تیار کر کے ایک ہی جلسہ میں سنائے
جائیں گے۔ مگر علمی صاحب اپنی اس پیش کردہ
تجویز کو بھی قبول نہ کر سکے بلکہ ان تمام امور
کو مناظرہ قرار دیکر مسترد کر دیا۔ حالانکہ ان
میں سے دو طریق تو خود علمی صاحب کے
پیش کردہ تھے۔

الغرض لائل پور کے بہائیوں نے باوجودیکہ خود ہی
ہم سے خواہش ظاہر کی اور وعدہ کیا تھا کہ اپنے مبلغ
مولوی محفوظ الحق صاحب علمی کے آنے پر ہمیں گفتگو کیلئے
وقت لیکر دیں گے۔ انہوں نے گفتگو کے لئے نہ ہمیں
وقت لیکر دیا اور نہ پانچ تجاویز میں سے کسی ایک تجویز
کو ہی منظور کیا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو کسی پرائیویٹ جگہ پر
فریقین کے آدمی ایک دوسرے کے دلائل اور براہین
سے آگاہ ہو سکتے اور دیگر لوگوں پر بھی بہائیت کی
حقیقت اور اسلام کی عالمگیری اور تمام مذاہب پر
برتری و فوقیت روز روشن کی طرح نمایاں ہو جاتی۔
بلکہ بہائیوں میں سے نیک فطرت اصحاب کی ہدایت کا
راستہ کھل جاتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہائی صاحبان
کو کامل اور عالمگیر مذہب اسلام کی شناخت کی
توفیق بخشے اور عیسائیوں کی طرح ایک انسان کو خدا
سمجھنے کے مشرکانہ عقیدہ سے رہائی بخشے۔ آمین

بہائیت میں پھر دو بیویاں؟

گذشتہ دنوں متعدد بہائی صاحبان ملاقات کیلئے تشریف
لاتے رہے۔ بعض میں تحقیق کی جستجو بھی معلوم ہوتی ہے۔ عبدالحمید
صاحب چشتی آئے، گفتگو کی اور کتاب "بہائی تحریک کے
متعلق پانچ مقالے" برائے مطالعہ لے گئے۔ مکرم رانا
محمد الطاف صاحب بھی تشریف لائے اور مختصر گفتگو ہوتی۔
ڈاکٹر بشیر محمد صاحب اور انکے ساتھی کئی بار آچکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب
کہتے تھے کہ بہائی لیڈروں نے بتایا ہے کہ آج بھی بہائی ازم میں
عدل کی شرط سے دو بیویوں سے نکاح جائز ہے۔ انہیں تحریری طور
پر اپنے لیڈروں کے دستخطوں سے جواب بھجوانے کے لئے مندرجہ ذیل
سوال لکھ کر دیا گیا ہے کہ:۔

"براہ کرم مطلع فرما دیں کہ اس وقت بھی بہائیت کی تعلیم
ہے کہ عدل کی شرط کیساتھ ایک مرد دو بیویاں کر سکتا ہے؟"

دیکھئے کب اور کیا جواب آتا ہے۔ بہرحال سوال دلچسپ ہے۔ (ابوالعطاء)

مَیں نے بہائیّت کو کیوں چھوڑا؟

نو احمدی دوست کا گرامی نامہ

(از جناب محمد احسن صاحب عظیم آبادی)

برادرانِ جماعت احمدیہ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس سے پہلے کہ خاکسار بہائیت کے متعلق کچھ عرض کرے اپنا تعارف کرانا مناسب خیال کرتا ہے۔ خاکسار تقریباً پانچ سال تک بہائی رہا ہے لیکن اس پانچ سال کے عرصہ میں مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کی شریعت کیا ہے۔ مثلاً نماز کس طرف مُنہ کرکے پڑھنی چاہیئے۔ بہاء اللہ صاحب کا اصل دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ لوگوں کو مسیح ہونے کا دعویٰ بتایا جاتا تھا حالانکہ دعویٰ خدائی کا ہے۔ قرآن مجید جو ایک دائمی کتاب ہے بہائیت نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں۔ بہائی صاحبان لوگوں کے سامنے بہائیت کو اس طرح پیش کرتے ہیں جیسے اسلام کے پیرو ہیں اور قرآن ہی اُن کی شریعت ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مثال کے طور پر نماز کا ہی مسئلہ لے لیجیئے کہ نماز کس طرف مُنہ کرکے پڑھنا چاہیئے۔ آپ کسی بہائی سے پوچھیں گے تو وہ یہی کہے گا کہ مغرب کی طرف مُنہ کرنا چاہیئے۔ دنیا یہ خیال کرے گی کہ مسلمان خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھتے ہیں لہذا یہ بھی اسی طرف پڑھتے ہیں۔ اب مَیں آپ صاحبان کی خدمت میں حسب ذیل حوالہ درج کرتا ہوں جو بہاء اللہ صاحب نے اپنی کتاب اقدس میں لکھا ہے:-

واذا اردتم الصلوٰۃ ولّوا وجوھکم شطری الاقدس المقام المقدس الذی جعلہ اللہ مطاف الملاء الاعلیٰ ومقبل اھل مدائن البقاء ومصدر الامر لمن فی الارضین والسمٰوات۔

یعنی جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے مُنہ میری مقدس سمت کی طرف کرو۔ وہی مقام مقدس جس کو اللہ تعالےٰ نے ملاء اعلیٰ کی طواف گاہ اور بقاء کے لئے شہروں کے باشندوں کے بوسہ کی جگہ اور آسمانوں اور زمینوں والوں کے لئے احکام جاری ہوتے

کی جگہ قرار دیا ہے۔"

پھر آگے لکھتے ہیں :-

وعند غروب شمس الحقیقۃ
والتبیات المقر الذی قدرناہ
لکم انّہ ھو العزیز العلام
یعنی حقیقت وتبیان کے آفتاب
کے غروب کے وقت وہ قرارگاہ ہوگی
جو ہم نے تمہارے لئے مقرر کی ہے۔
تحقیق وہی غالب اور علیم ہے۔"

اِس سے معلوم ہوا کہ بہاء اللہ نے تمام بہائیوں کو حکم دیا ہے کہ میری طرف منہ کرکے نماز پڑھو اور جب میں مرجاؤں تو میری قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کروگے۔ بہائیوں کی تین قسم کی نمازیں ہیں اُن میں سے ایک ایسی بھی ہے جس میں سجدہ بھی ہے۔ (دیکھو بشارت عظمیٰ) اسی لئے بہائی بہاء اللہ کی زندگی میں بہاء اللہ کی طرف منہ کرتے رہے ہیں اور اب ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔

اِس مضمون کو یہیں رہنے دیجئے پہلے یہ سنیئے کہ یہ تمام مخفی راز کس طرح اِس خاکسار کے سامنے آئے بہائی تو اس کتاب یعنی اقدس کی ہوا بھی بہائیوں کو نہیں لگنے دیتے کیونکہ ان کو یہ معلوم ہے کہ اس کتاب کے دیکھنے کے بعد کوئی بہائی ان کے دین میں نہیں رہ سکتا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کتاب مجھے کہاں سے مل گئی جبکہ وہ تو چھپائے رکھتے ہیں؟ اس کا جواب بھی بہت دلچسپ ہے۔ بہائیوں کی یہ کتاب "اقدس" جناب مولانا ابوالعطاء صاحب نے اپنی کتاب "بہائی شریعت پر تبصرہ" میں پوری نقل کر دی ہے' اس کا ایک نسخہ میرے ہاتھ آگیا۔ میں نے جس وقت یہ کتاب پڑھی تو بہت ہی پریشان ہوا کیونکہ سب سے بڑی فکر یہ ہوئی کہ آجتک پانچ سال کے عرصہ میں انہوں نے اِس کتاب کی شکل نہیں دکھائی آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ صرف یہ کہ اس میں ایسی باتیں لکھی ہیں جو دنیا کے سامنے آئیں تو دنیا کبھی ان کے اِس جال میں نہیں پھنس سکتی۔ مجھے یہ بھی یقین ہوگیا کہ یہ حوالہ جو اس تبصرہ میں پوری کتاب نقل ہے یہ اصل کتاب بہاء اللہ کی ہے اور اس کی نقل ہے۔ میں نے بہائیوں سے اس کے متعلق سوال کئے لیکن وہ کوئی جواب نہیں دے سکے بلکہ کہا کہ ہاں یہ بہاء اللہ کی کتاب اقدس کی نقل ہے۔ میں نے پہلا سوال اُن سے یہ کیا کہ کیا کسی انسان کو سجدہ کرنا جائز ہے؟ جواب ملا کہ سجدہ کرنے میں مراد بہاء اللہ نہیں بلکہ سمت ہے۔ پھر میں نے کہا کہ سمت سے کیا مراد ہے؟ کہنے لگے بہاء اللہ۔ میں نے کہا پھر بات تو وہی ہوئی۔ پھر میں نے کہا کہ آپ یہ بتائیں کہ کیا بہاء اللہ انسانی ضروریات کی احتیاج رکھتے تھے جو اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے مقرر کردی ہیں جن کے بغیر انسان کی زندگی ناممکن ہے۔ مثلاً کھانا، پینا، چلنا، سونا، اور رفع حاجت۔ کہنے لگے تمام باتیں بہاء اللہ صاحب میں موجود تھیں۔ میں نے پوچھا کہ پھر بہاء اللہ صاحب رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء میں تشریف لیجاتے ہوں گے اور اُس وقت اگر کوئی بہائی نماز کی نیت سے

کھڑا ہو گیا ہو تو آپ بتا سکتے ہیں اس وقت اس کی سجدہ کی سمت کہاں اور کس حال میں ہوگی؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جواب بالکل خاموش تھی اور ان کے چہرے سے پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اسی وقت مجھے اپنی فکر ہوئی کہ پتہ نہیں خداوند کریم میری بخشش کرے گا یا نہیں۔ اسی گھبراہٹ میں میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب سے مل کر مزید معلومات حاصل کی جائیں۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے کافی معلومات فراہم کیں اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ میں برابر کتب کا مطالعہ کرتا رہا۔ آخر اس فیصلہ پر پہنچا کہ حقیقی مسیح موعود جس کے بارے میں حدیثوں میں مرقوم ہے وہ حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب ہی ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی شریعت میں لوگوں کی پیدا کردہ خامی دور کر کے اپنی جماعت کو شریعت اسلامیہ قرآن مجید پر عامل بنایا ہے لہٰذا اس خاکسار نے مع اپنے خاندان کے بیعت کر لی اور جماعت احمدیہ کے خادم ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اس سعادت پر خاکسار جتنا بھی فخر کرے وہ کم ہے۔ خاکسار اپنے پچھلے دوستوں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ بھی سوچیں اور کتب کا مطالعہ کریں تا وہ بھی حقیقت کو پا سکیں۔ ساتھ ہی خداوند کریم سے دعاگو رہتا ہوں کہ خدا ان لوگوں کو راہِ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔ اب اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں اور احمدی احباب سے درخواست ہے کہ ہماری استقامت کے لئے دعا فرمائیں۔ (خاکسار محمد احسن عظیم آبادی)

تضمین بر نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(از جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب شاد)

خالق سے اپنے دل کو لگاؤ گے یا نہیں
سر کو اسی کے در پہ جھکاؤ گے یا نہیں
غیروں کی یاد دل سے بھلاؤ گے یا نہیں
"بادِ خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک و صاف بناؤ گے یا نہیں"

دینِ خدا کی راہ بھی پاؤ گے یا نہیں
نیکی کو تم شعار بناؤ گے یا نہیں
نفسِ دُنی سے جان کو چھڑاؤ گے یا نہیں
"باطل کی میل دل سے ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں"

اے کاش تم نہ راہِ ہدایت کو بھولتے
یارِ ازل کے ساتھ روابط نہ ٹوٹتے
کب تک رہو گے ظلمتِ باطل میں گھومتے
"کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے
آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں"

مامورِ وقت لایا ہے آیاتِ بیّنات
ظاہر ہوئے ہیں اس کے نشاناتِ معجزات
حجت ہوئی تمام نہ کی تم نے التفات
کیونکر کرو گے رد جو محقق ہے ایک بات
کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں"

جوابی مکاتیب

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح کے معجزات میں موازنہ

سوال: مکرمی جناب مولانا ابو العطاء صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی کتاب "مباحثہ مصر" نظر سے گزری۔ اس میں آپ نے ایک جگہ پر تحریر فرمایا ہے کہ مباحثہ کے دوران پادری صاحب (ڈاکٹر فیلیپس) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی جانب کوئی رجوع نہیں کیا اور حالانکہ آپ کی یہ خواہش تھی وہ ان کے معجزات کا ذکر کریں۔

بہرحال عرض مدعا یہ ہے کہ میرے چند عیسائی شناساؤں نے یہ اعتراض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں زیادہ واضح اور بالاتر ہیں۔ ایک احمدی مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں یہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ان کے اس اعتراض کا ٹھوس جواب دے سکوں جس کے لئے آپ کی طرف رجوع کر رہا ہوں۔ امید ہے آپ اس کے متعلق کوئی مدلل اور ٹھوس قسم کے حوالجات تحریر فرما کر میری اس مشکل کو آسان فرما دیں گے۔

(خاکسار چوہدری جمیل محمد حیدر آباد)

جواب: محترمی چوہدری جمیل محمد صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ "مباحثہ مصر" کے وقت مخالف پادری صاحب نے معجزاتِ مسیح پر بحث نہیں کی تھی۔

آپ کے جو عیسائی دوست یہ سوال کرتے ہیں کہ مسیح کے معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں زیادہ واضح اور بالاتر ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اس بیان کی تفصیل ذکر کریں۔ اوّل تو روایتوں میں بڑے مبالغے ہوتے ہیں' دوسرے ان لوگوں کو غالباً معجزہ کی تعریف معلوم نہیں۔ پھر کچھ نشانات وقتی اور ہنگامی ہوتے ہیں جو اپنے ظہور کے بعد اسی وقت ختم ہو جاتے ہیں مگر کچھ نشانات دائمی یا لمبے عرصہ تک کے لئے ہوتے ہیں۔

بلحاظ ثقاہت بائیبل کی روایات احادیث کی روایات کے مقام کو بھی نہیں پہنچ سکتیں لیکن بایں ہمہ انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے جن معجزات کا ذکر ہے ان سے بڑھ کر بائیبل میں دوسرے انبیاء کی طرف منسوب شدہ معجزات بیان کئے گئے ہیں۔ کوئی ایسا معجزہ مسیح کا مذکور نہیں جس کی مانند یا جس سے بڑھ کر بائیبل میں دوسرے نبی کا معجزہ بیان نہ کیا گیا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنگامی معجزات بھی بڑی کثرت کے ساتھ ہیں اور نہایت شاندار ہیں

نیز آپ کی قوتِ قدسیہ کی دائمی تاثیرات ہمیشہ کیلئے ایک مستقل معجزہ ہیں۔ پھر قرآن مجید وہ بے نظیر معجزہ ہے جس کی نظیر لانے سے سب مخالفین اسلام عاجز ہیں

اگر عیسائی پادری صاحبان تحقیق کی غرض سے معجزات مسیح اور معجزات حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر تحریری طور پر کوئی سلسلہ شروع کر سکیں تو انشاء اللہ تعالےٰ اس سے آپ کے عیسائی دوستوں کی کافی تسلی ہو جائیگی

خط میں زیادہ تفصیل نہیں بیان ہو سکتی مگر ایک بات تو بالکل ظاہر و باہر ہے کہ مسیح کے معجزات کا اثر ان کے حواریوں پر یہ ہوا تھا کہ ایک نے انہیں تیس روپے لیکر پکڑوا دیا اور باقی سب مصیبت کے وقت میں بھاگ گئے تھے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا یہ اثر تھا کہ عرب کے وحشی لوگ روحانیت میں دنیا کے لئے روشنی کا مینار بن گئے اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہر قسم کی بے مثال قربانی دی کیا مصیبت کے وقت صحابہ کا یہ قول کہ ہم موسیٰ کے ساتھی نہیں ہیں جو یہ کہدیں کہ آپ اور آپ کا خدا لڑیں۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں ہم وہ نہیں۔ ہم تو آپ کے دائیں لڑیں گے بائیں لڑیں گے۔ آگے اور پیچھے لڑیں گے دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ آئے۔ کیا یہ شاندار قول اور وہ شاندار اور بے مثال قربانیاں جو صحابہ نے دربار رسول پاک علیہ السلام کے عظیم ترین معجزات کی گواہ نہیں؟

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری

(۲) غلامی کے متعلق اسلامی نظریہ

(ذیل کا خط مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب رحیم یار خان کے سوال کے جواب میں لکھا گیا — (ایڈیٹر).

مکرمی جناب ڈاکٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا خط موصول ہوا۔ اسلام نے مخصوص شرائط کے ساتھ عدل کی پابندی کا حکم دیتے ہوئے ایک سے زائد بیویوں کی اجازت دی ہے۔ ایک وقت میں ایک مرد کو زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کی اجازت ہے۔

غلامی کے متعلق اسلامی نظریہ جو قرآنی آیات سے ثابت ہے حسب ذیل ہے:-

(ا) قیدی بنانے کی اجازت صرف ایک صورت میں ہے کہ جب باقاعدہ جنگ ہو اور اس جنگ میں پہل اور ابتدا کفار کی طرف سے ہوتی ہو۔ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ماکان لنبیٍ ان یکون لہٗ اسریٰ حتّٰی یثخن فی الارض (انفال آیت ۶۸) کہ کسی نبی کے لئے روا نہیں کہ وہ قیدی بنائے جب تک زمین میں باقاعدہ خونریزی نہ ہو چکے۔ مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا وھم بدؤکم اول مرۃ (توبہ آیت ۱۳) کہ کفار نے جنگ کرنے میں تم سے پہل کی ہے۔

(ب) جو قیدی ایسی جنگ میں پکڑے جائیں انکے بارے میں یہ حکم ہے فاما منًّا بعد و اما فداءً (سورۃ محمد آیت ۵) کہ یا تو ان قیدیوں کو بطور احسان آزاد کر دیا جائے اور یا فدیہ وتاوان لیکر انہیں رہائی دی جائے۔"

ایسے افراد جنہیں بے ضرر قرار دیکر بطور احسان آزاد نہ کرنا مناسب ہو ان سے تاوانِ جنگ کی رقم کا حصہ لیکر انہیں آزاد کیا جائیگا تاوانِ جنگ حاصل کرنے کی تین صورتیں ہیں :-

اوّل یہ کہ اس کی قوم اس کے ذمہ کی رقم نقد ادا کر دے۔

دوم یہ کہ مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں اُسے آزاد کر دیا جائے۔

سوم یہ کہ وہ رقم خود ادا کر کے اپنے آپکو آزاد کرا لے۔

اگر ان تینوں میں سے کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر غلاموں اور لونڈیوں کو اختیار حاصل ہے کہ وہ خود مکاتبت کے ذریعہ اپنی رہائی کا معاہدہ کر لیں۔ مکاتبت کا مفہوم یہ ہے کہ غلام یا لونڈی اپنے نگران یا مالک سے (جو درحقیقت سٹیٹ اور حکومت ہوتی ہے) یہ معاہدہ کرے کہ مجھے کمانے کی آزاد کوشش کرنے کی اجازت دی جائے اور میں اپنے حصے کا تاوانِ جنگ خود کما کر یا بالاقساط ادا کر دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اگر غلاموں میں قابلیت ہو تو انکی آزادی کیلئے مکاتبت کے طریق کو ضرور اختیار کیا جائے۔ فرمایا فکاتبوھم اِن علمتم فیھم خیراً (سورہ نور ۲۲)

اگر کوئی غلام اس طریق پر بھی اپنی رہائی کیلئے سامان نہ کرنا چاہے یا نہ کر سکے تو ایسے تمام غلاموں اور لونڈیوں کی حفاظت اور معیشت کیلئے سامان کرنا اور دینی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔

(ج) ان باقیماندہ غلاموں اور لونڈیوں کو حکومت اپنے ذرائع کے مطابق نگرانی اور حفاظت میں رکھ سکتی ہے اور ان سے مناسب کام بھی لے سکتی ہے جس کی دو صورتیں ہیں :-

اوّل ان سب کو مجموعی طور پر مردوں کو مردوں کے کیمپ میں رکھ کر اور عورتوں کو عورتوں کے کیمپ میں رکھ کر انکی حفاظت اور نگرانی کی جائے۔ یہ نگرانی براہِ راست نبی یا خلیفۂ وقت کی ہوگی اور اسلام کا عمومی نظام اس کا ذمہ وار ہوگا۔

دوم۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر اجتماعی حفاظت اور تربیت کا سامان ممکن نہ ہو تو ان غلاموں اور لونڈیوں کو قابلِ اعتماد اور دیندار خدا ترس افراد جماعت کی حفاظت اور سرپرستی میں دیدیا جائے۔ اس صورت میں بھی عمومی نگرانی حکومت کی ہی ہوگی۔ مگر چونکہ ان غلاموں اور لونڈیوں کے نان نفقہ کے وہ افراد ذمہ وار ہونگے اسلئے اُن سے مناسب کام لینے کا بھی انہیں اختیار ہوگا۔

(د) جہاں تک مرد غلاموں کا تعلق ہے مسئلہ یہاں ختم ہو جاتا ہے لیکن جہاں تک لونڈیوں اور عورتوں کا تعلق ہے ابھی ایک اور منزل ترتیب کے لحاظ سے باقی ہے کیونکہ اسلام نے مادی اور جسمانی تربیت سے بڑھ کر اخلاقی اقدار کی حفاظت کو قرار دیا ہے اسلئے خاص طور پر لونڈیوں کے نکاح کا سوال پیش آتا ہے۔ اس بارہ میں قرآن مجید میں تین حکم موجود ہیں :-

پہلا حکم سورہ نور میں یوں دیا گیا ہے۔ انکحوا الایامٰی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم (سورۃ نور آیت ۳۳) کہ تم اپنے میں سے بیوہ مردوں اور عورتوں کی شادی بھی کر دو اور قابلِ شادی غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح بھی کر دو۔

دوسرا حکم۔ عام مومنوں کو لونڈیوں سے آخری درجہ پر شادی کرنے کی اجازت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فانکحوھنّ باذن اھلھنّ واٰتوھنّ اجورھنّ بالمعروف (النساء ع) کہ اے مسلمانو! تم لونڈیوں سے اُن کے نگرانوں کا رڈین کی اجازت سے نکاح کر سکتے ہو۔

تیسرا حکم اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر وہ شخص جسکی سرپرستی میں وہ لونڈی رکھی جا رہی ہے اسے اپنے عقدِ زوجیت میں

لینا چاہے تو وہ اس کے اعلان کے ساتھ ما ملکت ایمانکم میں داخل ہو جائیگی اور اسکے پیٹ سے پیدا ہونیوالی اولاد اس کے آقا کی اولاد قرار پائے گی۔ یہ موخر الذکر صورت بھی نکاح کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ جب خلیفۂ وقت یا حاکم جو درحقیقت ان تمام غلاموں اور لونڈیوں کا ولی ہے اس لونڈی کو ایک خاص مسلمان کی ملکیت میں دیتا ہے گویا وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ آئندہ کیلئے یہ اسکی بیوی اور وہ اس کا خاوند ہے تو یہ نکاح کا ہی اعلان ہے۔ چونکہ یہ وہ عورتیں ہیں جو مسلمانوں کی آزادی چھیننے کی جنگ میں لڑتی ہوئی پکڑی گئی تھیں اسلئے انہیں آزادی انتخاب کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے البتہ خلیفہ یا حاکم وقت اس بات کا ذمہ دار ہے کہ ان خواتین کا مستقبل محفوظ ہے اور ان سے کوئی غیر مناسب سلوک نہ ہو۔ اس بارہ میں احادیث نبویہ میں بہت سی تصریحات موجود ہیں۔

(خ) یہاں تک بیویوں کی تعداد کا سوال ہے اس بارہ میں اجتہادی طور پر کچھ اختلاف ہے کہ آیا چار کی تعداد میں لونڈیاں بھی شامل ہیں یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ لونڈیوں کے بارہ میں پہلے دو شکلوں کی صورت میں چار کی پابندی نکاح کی طرح لازم ہوگی۔ لیکن تیسری صورت میں یہ امر اختلافی ہے کہ آیا اگر کسی شخص کے ہاں پہلے سے چار بیویاں موجود ہوں تو پھر بھی وہ اپنی لونڈی کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ میرا اجتہاد یہی ہے کہ ایسی صورت میں قرآن مجید میں پابندی مذکور نہیں ہے مگر عملاً پابندی ہو جاتی ہے کیونکہ لونڈیوں کی تقسیم یا سپردگی اہل اور مناسب اشخاص کو کی جائیگی اور امام کا فرض ہوگا کہ وہ اس بات کو دیکھ لے کہ آیا اس شخص کی پہلی چار بیویوں کے باوجود اور کوئی لونڈی اسکی ملکیت میں دینا تربیت اور اخلاقی حفاظت کے لحاظ سے نیز اسکی مالی وسعت کے مد نظر مناسب ہے یا نہیں؟

(س) اسلام چونکہ عالمگیر مذہب ہے اور قوموں پر مختلف حالات آتے رہتے ہیں اور جنگوں کی صورت میں ممکن ہے کہ ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ خود لونڈیوں کے مفاد کا تقاضا ہو کہ انہیں ایسے افراد کی سپردگی میں بطور زوجہ دیا جائے جنکی اگرچہ چار بیویاں موجود ہوں مگر وہ اس بات کے اہل ہوں کہ ان لونڈیوں کی صحیح تربیت کر سکیں ظاہر ہے کہ اس صورت میں چار بیویوں سے زیادہ کا بہت ہی کم عملاً امکان ہے اور اگر ضرورت پڑے تو اسکی گنجائش موجود ہے۔ ضرورت پیش آنے کی صورت میں اسلام نے اس کا احتیاطی علاج رکھا ہے۔

ہمارے مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ درحقیقت قید ہو جانے والی کافر عورتوں کے اخلاق کی حفاظت کی خاطر شادی اور نکاح کی یہ صورتیں تجویز کی گئی ہیں۔ اور یہ ساری صراحتیں اسلئے ہیں کہ اسلام میں بغیر نکاح و اعلان خفیہ یا غیر قانونی تعلقات کی ہرگز اجازت نہیں ہے بلکہ اسے سخت تعزیر کے قابل جرم قرار دیا گیا ہے۔ مغربی ممالک کے باشندوں کی نگاہ میں آزادانہ تعلقات پر قدغن لگانے کو پسند نہیں کیا جاتا مگر وہ قانونی اور علانیہ اجازت کو جو شرائط عدل و انصاف سے مشروط ہے قابل اعتراض ٹھہراتے ہیں مگر اسلام نے اخلاقی پہلو کو مد نظر رکھا ہے۔ والسلام

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری

۲۶ ۵/۶۲

الفرقان کے خاص معاونین

تحریکِ دعا ذیل میں جن بزرگوں اور احباب کے نام درج ہیں انہوں نے رسالہ الفرقان کی دس سالہ تحریکِ خریداری کو منظور فرماتے ہوئے پوری رقم ادا کر دی ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور دوست بھی اس تحریک میں شامل ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے پوری رقم ادا نہیں کی۔ ہم ان سب کے شکر گزار ہیں۔ قارئین کرام ان کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

نہایت ضروری التماس دس سالہ خریداروں میں سے جو دوست ہنوز بقایا دار ہیں اُن کے نام اس فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کے ارشاد کے ماتحت یہ اصول بنایا گیا ہے کہ صرف مکمل چندہ دہندگان ہی رسالہ کے خریدار ہوں گے۔ جن احباب کے اسماء اس دفعہ اِس فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ اُن سے گزارش ہے کہ براہِ کرم جلد از جلد اپنے بقایاجات ادا فرما دیں۔ مزید توثیق کے لئے اِن خریداروں کو الگ تفصیلی اطلاع بھی بھجوائی جا رہی ہے۔ جن احباب کی طرف سے مکمل بقایا ادا ہو جائیگا اُن کا نام فہرست میں شامل کر لیا جائیگا۔ آخری تاریخ ادائیگی ۵ ستمبر ۱۹۶۲ء ہے۔ احباب کرام کے خاص تعاون اور توجہ کی ضرورت ہے۔ (مینیجر الفرقان)

ربوہ دار الہجرت

- سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی۔
- حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
- حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی
- حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
- جناب چوہدری محمد شریف صاحب وکیل ایم اے
- جناب رفیق احمد صاحب ثاقب ″
- جناب چوہدری محمد لطیف صاحب ایم آغانا
- حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری
- حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب بھٹی
- جناب چوہدری یحییٰ احسن صاحب باجوہ
- جناب ڈاکٹر محمد یحییٰ صاحب طبیبہ آفیسر الرحمت

قادیان دار الامان

- حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت
- جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
- جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی
- جناب چوہدری سعید احمد صاحب بی اے
- جناب چوہدری محمد عبد اللہ صاحب
- جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر
- جناب سید شہامت علی صاحب سابہتہ رتن
- جناب حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری
- جناب مسعود احمد صاحب امیں شاہجہانپوری
- جناب ملک بشیر احمد صاحب آئی پیشلسٹ
- جناب ڈاکٹر عطر دین صاحب
- جناب مولوی بدر الدین صاحب عامل
- جناب چوہدری منور علی صاحب فوٹوگرافر
- جناب عبد الرحمٰن صاحب قاقی مبلغ

ضلع جھنگ

- جناب میاں بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ
- جناب ملک محمد حیات صاحب لسوآنہ
- جناب چوہدری عبد الحلیم خان صاحب مولوی فاضل
- جناب چوہدری شریف احمد صاحب ایڈووکیٹ

ضلع سرگودہا

- جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ
- جناب حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سرگودہا
- جناب چوہدری جلال الدین صاحب چک ۳۷ جنوبی۔
- جناب شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ یونائیٹڈ بس لمیٹڈ سرگودہا۔
- جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب آڑھتی سرگودہا
- جناب میجر شمیم احمد صاحب جوہر آباد۔

ضلع لاہور

- جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر
- جناب چوہدری محمد شفیع صاحب کمیشن ایجنٹ پتوکی۔
- جناب خواجہ محمد شریف صاحب برانڈرتھ روڈ
- جناب امیر الدین صاحب وتن باغ لاہور

• جناب ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب لاہور
• جناب چوہدری فتح محمد صاحب لاہور میڈیکل سٹور
• جناب چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ۔
• جناب چوہدری نور احمد خان صاحب گوالمنڈی
• جناب سراج الدین صاحب نسبت روڈ
• جناب چوہدری عبد الحکیم خان صاحب میکلوڈ روڈ
• جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایس ڈی او لاہور
• جناب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ
• جناب چوہدری عبد الحمید صاحب ماڈل ٹاؤن
• جناب ڈاکٹر محمد عبد الحق صاحب ایم بی بی ایس
• جناب ملک عبد اللطیف صاحب ستکوہی
• جناب حافظ عبد الکریم صاحب قفتل
• جناب محمد عثمان صاحب لکشمی مینشن
• جناب ایس۔ یو شیخ صاحب کوتہ مینجنگ ڈائرکٹر کوتر کمپنی لمیٹڈ
• جناب حکیم سراج الدین صاحب بھاٹی گیٹ
• جناب ڈاکٹر احسان علی صاحب میکلوڈ روڈ
• جناب مسٹر اے ایچ صاحب مال روڈ
• جناب چوہدری فضل الرحمن صاحب ،،
• جناب شیخ فضل احمد بشیر احمد صاحبان سمن آباد
• جناب رشید احمد صاحب ملک لاہور
• جناب صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب
• جناب خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب
• جناب مرزا عبد الرحمن صاحب ناصر مرحوم

• جناب شیخ محمد شریف صاحب سمن آباد
• جناب ماسٹر حسن دین صاحب راوی پارک
• جناب شیخ بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار
• جناب میجر چوہدری عزیز احمد صاحب کمانڈر لاہور چھاؤنی۔
• جناب عبد الرشید صاحب افریقی جسونت بلڈنگ
• جناب چوہدری منور لطف اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ سمن آباد۔
• جناب خواجہ میر بخش صاحب آف آسٹریلیا

راولپنڈی

• جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب صدر
• جناب شیخ غلام حیدر صاحب کالج روڈ
• جناب صوفی محمد شفیع صاحب صدر
• جناب چوہدری میجر عزیز احمد صاحب
• محترمہ بیگم صاحبہ جناب میاں حیات محمد صاحب
• جناب کیپٹن محمد اسحٰق صاحب مری روڈ
• جناب محمد یونس صاحب فاروق سٹیلائٹ ٹاؤن
• جناب محی الدین صاحب باباروڈا روڈ
• جناب سید مقبول احمد صاحب ڈلہوزی روڈ
• جناب ملک مظفر احمد صاحب کالج روڈ
• جناب ایم۔ اے غنی صاحب بی۔ اے
• جناب ماسٹر عبد الرحمن صاحب خاکی بی۔ اے
• جناب قاضی بشیر احمد صاحب کشمیری بازار
• جناب سید منظور علی صاحب سٹیلائٹ ٹاؤن
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب موٹر موڈرن لمیٹڈ

ضلع ملتان

• جناب ملک عمر علی صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع ملتان۔
• جناب پیر نصیر احمد صاحب ہیڈ لوکو رشین
• جناب عبد الحفیظ صاحب ایڈووکیٹ
• جناب ڈاکٹر رفیق احمد صاحب ایم بی بی ایس بوریوالہ۔
• جناب محمد نعیم، محمد وسیم، محمد سلیم صاحبان دنیا پور۔
• جناب ماسٹر نواب الدین صاحب ایم۔ اے
• جناب شیخ محمد اسلم، محمد سلیم صاحبان کمیشن ایجنٹ دنیا پور۔
• جناب چوہدری مسعود احمد خان صاحب حرم گیٹ ملتان۔
• جناب چوہدری محمد اکرام اللہ صاحب اوسگار ریڈیو کمپنی۔
• جناب شیخ محمد بشیر صاحب احمدی دنیا پور۔
• جناب سیٹھ اللہ جوایا صاحب حسین آگاہی
• جناب چوہدری عبد اللطیف صاحب بیرون حرم گیٹ۔

ضلع شیخوپورہ

• جناب چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ
• جناب شیخ محمد بشیر صاحب آزاد انبالوی منڈی مریدکے۔
• جناب ڈاکٹر عطر الدین صاحب زون ملیریا آفیسر

ضلع گوجرانوالہ

• جناب عبد الرحمن صاحب مینیجر سنگر مشین کمپنی
• جناب میاں برکت علی غلام محمد صاحبان وزیر آباد
• جناب چوہدری محمد شریف صاحب فیروز والہ
• جناب میاں محمد شریف صاحب باغبانپورہ
• جناب چوہدری عبد الحمید صاحب تھانہ بازار
• جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب باگوڑا وزیر آباد
• جناب چوہدری مقبول احمد صاحب انسپکٹر ٹیکس
• جناب شیخ نوری محمد ابراہیم صاحب اینڈ برادرز وزیر آباد
• جناب میاں محمد خان اکبر علی صاحبان ،،
• جناب میاں عنایت اللہ صاحب فاروق نظام آباد
• جناب ملک منظور احمد صاحب لاہوری گیٹ وزیر آباد
• جناب میاں قمر الدین صاحب کھوکھر مرحوم گوجرانوالہ
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ہیڈ کلرک

ضلع جہلم

• جناب سیٹھی عبد الحق صاحب مین بازار

ضلع گجرات

• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ۔
• محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید عبد العزیز صاحب منڈی بہاؤ الدین۔
• جناب چوہدری اللہ دتہ مبارک احمد صاحب کھاریاں

ضلع سیالکوٹ

• جناب حکیم سید پیر احمد شاہ صاحب
• جناب چوہدری عبد الستار صاحب درگانوالی

• جناب محمد علی صاحب ڈسپنسر کوٹ نیناں
• جناب میاں سلطان محمد خان صاحب منڈیکے گورائیہ
• جناب چوہدری غلام حسین صاحب گوہدپور
• جناب چوہدری خالد سیف اللہ خان صاحب

کوئٹہ

• جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ
• جناب شیخ کریم بخش صاحب مرحوم۔
• جناب شیخ محمد اقبال صاحب جناح روڈ
• جناب شیخ عبد الاحد صاحب تاجر
• مجلس خدام الاحمدیہ شارع فاطمہ جناح۔
• جناب خلیفہ عبد الرحمن صاحب
• جناب ماسٹر عبد الکریم صاحب
• جناب سید قربان حسین شاہ صاحب
• احمدیہ پبلک لائبریری شارع فاطمہ جناح
• جناب خان عبد الوحید خان صاحب قلات کول کمپنی
• جناب ڈاکٹر میجر سراج الحق خان صاحب
• جناب چوہدری محمود احمد صاحب
• جناب عطاء الرحمن خان صاحب منصفی روڈ

اضلاع سابق صوبہ سندھ

• جناب چوہدری سلطان علی صاحب محراب پور
• جناب نصیر احمد خان صاحب ناصر خانپور
• جناب حاجی عبد الرحمن صاحب ٹیلس باندھی
• جناب محمد عبد اللہ صاحب " "
• جناب علاؤ الدین صاحب گوٹھ علاؤ الدین
• جناب چوہدری عطاء محمد صاحب گوٹھ الٰہ بخش

• جناب چوہدری محمد عبد اللہ صاحب
• جناب چوہدری غلام نبی صاحب
• جناب چوہدری برکت علی صاحب
گوٹھ سردار محمد پنجابی۔
• جناب حاجی کریم بخش صاحب گوٹھ قمر آباد
• جناب ڈاکٹر نقیر محمد صاحب
• جناب رئیس عبد الحمید صاحب باندھی
• جناب چوہدری صادق احمد صاحب
دریا خان مری۔
• جناب ڈاکٹر عبد القدوس صاحب نواب شاہ
• جناب سیٹھ محمد دین صاحب مرحوم "
• جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب
پریذیڈنٹ نواب شاہ
• جناب چوہدری نتھے خان صاحب
گوٹھ نتھے خان۔
• جناب چوہدری غلام رسول صاحب
گوٹھ غلام رسول۔
• جناب ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب صدیقی
میرپور خاص۔
• جناب بابو عبد الغفار صاحب
رسالہ روڈ حیدرآباد۔
• جناب چوہدری شاہ دین صاحب
گوٹھ شاہ دین۔
• جناب فضل الرحمن خان صاحب
ڈیل پاک سیمنٹ فیکٹری حیدرآباد

• جناب چوہدری فضل احمد صاحب
پریذیڈنٹ جماعت رحیم یارخان۔
• جناب ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب رحیم آباد
• جناب حاجی قمر الدین صاحب گوٹھ قمر آباد
• جناب چوہدری شریف احمد صاحب کرونڈی
• جناب چوہدری رحمت اللہ صاحب ڈیرہ نواب صاحب

بہاولپور

• جناب عزیز محمد خان صاحب بہاولپور
• جناب مولوی غلام نبی صاحب ایاز

کراچی

• جناب شیخ رحمت اللہ صاحب
امیر جماعت احمدیہ
• جناب چوہدری غلام احمد صاحب فردوس کالونی
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب تبسم
• جناب میاں عطاء الرحمن صاحب طاہر
• جناب حافظ عبد الغفور صاحب ناصر
• جناب چوہدری محمد خالد صاحب
• جناب چوہدری مسعود احمد صاحب خورشید
• جناب محمد شریف صاحب چغتائی
• محترمہ انور سلطانہ صاحبہ
بیگم ایم۔ اے ارشاد صاحب
• جناب عبد الرزاق صاحب مہتہ
پیر الٰہی بخش کالونی۔
• جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے
• جناب مولوی صدر الدین احمد صاحب

• محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی صدر الدین احمد صاحب
• جناب میجر محمد عبد اللہ صاحب مہار
• جناب ملک رشید احمد صاحب
قیصر ریسٹورنٹ بندر روڈ۔
• جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کراچی۔
• جناب چوہدری شاہ نواز صاحب
شاہنواز لمیٹڈ۔
• جناب چوہدری احمد مختار صاحب
مینجر المختار لمیٹڈ۔
• جناب چوہدری احمد جان صاحب اکبر منزل
• جناب میجر عبد اللطیف صاحب
۶۹ کو میلا ٹائمز بلبر کینٹ۔
• جناب چوہدری شریف احمد صاحب وڑائچ
• جناب عبد الرحیم صاحب مدہوش ہارٹن روڈ

بہاولنگر

• جناب چوہدری غلام قادر صاحب
کمیشن ایجنٹ۔
• جناب چوہدری علم الدین صاحب
کمیشن ایجنٹ ہارون آباد۔
• جناب مولوی محمد شفیع صاحب دکاندار
چک 165/7-R۔
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب
چک 101/6-R۔
• جناب چوہدری عبد العزیز صاحب باجوہ
ہارون آباد۔

پشاور

• جناب محمد سعید احمد صاحب نشتر آباد
• جناب نوابزادہ محمد امین خان صاحب بنوں شہر

لائل پور

• جناب مبارک علی صاحب راجباہ روڈ
• جناب مولوی برکت علی صاحب لائق لدھیانوی۔ جڑانوالہ۔
• جناب شیخ الحاج عبداللطیف صاحب
• جناب رانا محمد نعیم صاحب ولد رانا سراج الدین صاحب چک ۲۹۴ گ ب

دیگر اضلاع

• جناب شیخ محمد صاحب کولی رینالہ اسٹیٹ
• جناب سردار امیر محمد خان صاحب قیصرانی ضلع ڈیرہ غازیخان۔
• جناب قاضی محمد برکت اللہ صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج میرپور۔
• جناب سید بشیر احمد شاہ صاحب مانسہرہ
• جناب ڈاکٹر مرزا عبدالرؤف صاحب کیمبلپور

مشرقی پاکستان

• جناب ایس۔ ایم حسن صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈھاکہ۔
• جناب قاضی فضل الرحمن صاحب خادم بخشی بازار روڈ ڈھاکہ۔
• جناب محمد سلیمان صاحب ڈھاکہ۔
• جناب مولوی ابوالخیر محب اللہ صاحب محمود نگر۔
• جناب صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ڈھاکہ
• جناب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب ڈکا پی ایچ نارائن گنج۔
• جناب چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں۔ نارائن گنج۔
• جناب شیخ عبدالحمید صاحب ڈھاکہ۔
• جناب مسٹر ظفر احمد صاحب میاں اینڈ کمپنی ڈھاکہ۔
• جناب چوہدری سیف اللہ خان صاحب سیفی۔ ڈھاکہ۔
• جناب ملک محمد طفیل صاحب ڈھاکہ۔
• جناب محمد حبیب اللہ صاحب نارائن گنج۔
• جناب سید مجر ضیاء الحسن صاحب چٹاگانگ
• جناب چوہدری احسان اللہ صاحب چٹاگانگ۔
• جناب میاں محمد انور ڈاکٹر محمد شفیق صاحبان چٹاگانگ۔
• جناب احمد علاؤ الدین صاحب چٹاگانگ۔
• محترمہ محمودہ بیگم سعدی صاحبہ چٹاگانگ

بھارت

• جناب مولانا محمد سلیم صاحب کلکتہ۔
• جناب فضل احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ پٹنہ۔
• جناب کمال الدین صاحب مدراس۔
• جناب محمد عبداللہ صاحب بی ایس سی ایل ایل بی حیدرآباد دکن۔
• جناب مولوی سراج الحق صاحب حیدرآباد دکن۔
• جناب صدیق امیر علی صاحب مالابار۔
• جناب میاں محمد عمر صاحب پنجاب ہاؤس کلکتہ۔
• جناب میاں محمد بشیر صاحب سہگل کلکتہ۔
• جناب سیٹھ محمد الیاس صاحب حیدرآباد دکن۔
• جناب سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر۔
• جناب سید بشیر الرحمن صاحب کلکتہ۔

لندن

• جناب چوہدری عبدالرحمن خان صاحب مولوی فاضل

دیگر ممالک

• جناب صالح الشیبی الشہری صاحب سورابایا انڈونیشیا۔
• محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ مکرم صالح الشیبی صاحب۔
• جناب چوہدری نذیر احمد صاحب ایم۔ ایس سی۔ کماسی غانا۔
• جناب مسٹر محمد ناظم خان صاحب غوری مشرقی افریقہ۔
• جناب ایم۔ اے ظفر صاحب ایم۔ بی۔ بی ایس۔ ٹمابورہ ٹانگا نیکا۔
• جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر روز ہل ماریشس۔
• جناب چوہدری عبدالستار صاحب کویت۔
• جناب ایم۔ اے ہاشمی صاحب کویت۔
• جناب سید عبدالرحمن صاحب امریکہ۔

اعلان

خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضروری ہے تاکہ جلد جواب دیا جا سکے۔ (مینجر)

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

• حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس۳۰ چالیس۴۰ ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ جنوری ۵۶ء)

• حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں :-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے فضائل اور اسلام کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دنیا کو اپنے نور سے منور کرے۔ خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۵۹/۷/۹" (الفضل ۱۰ جولائی ۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے۔

مینیجر الفرقان ربوہ

پروفیسر عبدالسلام ——— خاموش محبِ وطن ——— عظیم سائنسدان

(از قلم نمائندہ خصوصی روزنامہ "نوائے وقت" مقیم لندن)

"صدر پاکستان کے چیف سائنٹیفک ایڈوائزر پروفیسر سلام کو ان کے ملک کی طرف سے جو انتہائی شایانِ شان خطاب "ستارۂ پاکستان" اور دوسرے اعزازات دیئے گئے وہ تو گھر کی بات ہے، حال ہی میں انسٹی ٹیوٹ آف فزکس اینڈ دی فزیکل سوسائٹی کی کونسل آف دی انسٹی ٹیوٹ اینڈ سوسائٹی نے "میکسویل میڈل اینڈ پرائز" دیکر ان کی خداداد ذہانت کے حضور ایک اور ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ یہ پہلا انعام ہے جس کے لئے سلام صاحب کو منتخب کیا گیا۔ پروفیسر سلام کی مناسبت سے دنیائے سائنس میں پاکستان کا نام ہمیشہ تابندہ رہے گا۔ آئندہ ہر دوسرے سال تھیوریٹیکل فزکس میں دنیا بھر کے کسی بھی سائنسدان کو یہ انعام ممتاز خدمات کے صلہ میں دیا جایا کریگا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اس وقت ...... اس میدان میں نیوٹن، میکسویل، ڈائریک، آئن سٹائن اور آئزن برگ نے جو خدمات انجام دی ہیں ...... کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ انہیں فزکس کا پیغمبر کہا جا سکتا ہے۔ جیمز کلارک میکسویل نے پروفیسر سلام کی سی کم عمری ہی میں فزکس کے سب سے بڑے مسئلہ کا کھوج لگانے کے لئے نمایاں ترین کارنامہ انجام دیا تھا کہ مادہ کی ساخت کے آخری ذرات کیا ہیں؟ اسی میدان میں پروفیسر سلام نے بھی نمایاں تحقیقات کی ہے اور وہ انعام جو نوبل پرائز کی ٹکر کا ہے حاصل کر لیا ہے۔

پروفیسر سلام کے اس اعزاز پر عالمی پریس میں ان کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کیا گیا ہے ..... پاکستان میں بھی ان کے شہرۂ آفاق کارناموں کا اعتراف کیا گیا۔ صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے اپنے ایک ذاتی خط میں پروفیسر سلام کو لکھا "مجھے یہ سنکر بے انتہا مسرت ہوئی ہے کہ کونسل آف دی انسٹی ٹیوٹ آف فزکس اینڈ فزیکل سوسائٹی لندن نے تھیوری آف ایلیمنٹری پارٹیکلز میں نمایاں خدمات انجام دینے کے سلسلہ میں آپکو پہلا میکسویل میڈل اینڈ پرائز دیا ہے ..... آپ ہم سب کے لئے سرمایۂ فخر و مباہات ہیں"۔ لندن میں پاکستانی ہائی کمشنر لیفٹیننٹ جنرل محمد یوسف نے پروفیسر سلام کو لکھا "یہ صرف آپ کا ہی نہیں بلکہ آپکے ملک کا بھی اعزاز ہے۔ اس شانِ امتیاز پر میں دل و جان سے آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں"..... میں جس بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں اور میرے خیال میں جو سب نوجوانوں کیلئے قابلِ تقلید بات ہے وہ یہ ہے کہ پروفیسر سلام کی زندگی بے انتہا سادہ اور پاکیزہ ہے اور وہ ایک دیندار آدمی ہیں۔ اتنی طویل مدت سے یورپ میں رہتے ہوئے انہوں نے لہو و لعب کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ باقاعدہ پانچ وقت کی نماز اور بعض اوقات تہجد اس نوجوان کے روزمرہ مشاغل کا حصہ ہیں۔ اِدھر اُدھر وقت ضائع کرنا ان کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔ کہنے لگے کامیابی کا راز اس میں مضمر ہے کہ جو شخص جس کام میں دلچسپی رکھتا ہے اسے انتہائے کمال پر پہنچا دے ......" (نوائے وقت لاہور ۱۴ $\frac{۶}{۶۲}$)

الفرقان: آج کی سائنسی دنیا میں پروفیسر عبدالسلام احمدی کو رمزِ کامیابی قرار دیا گیا ہے۔ ان کے مختصر حالات اسلئے نقل کئے گئے ہیں تا احمدی نوجوان اپنے اس ہونہار اور قابلِ رشک بھائی کی دینی و دنیوی ترقی پر فخر کرنے کے علاوہ اس راستہ پر گامزن ہوں جس سے وہ خود بھی اسلام اور احمدیت کیلئے ان علمی ساری دنیا کیلئے مفید وجود بن سکیں۔

(طابع و ناشر: ابوالعطاء جالندھری۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقامِ اشاعت: دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ)